طاغوت کے اولیا

دعوت دین حق اسی وقت موثر ہوتی ہے جب اسے بے لاگ اور عریاں انداز میں اٹھایا جائے۔ اس کا حق ادا ہو ہی نہیں سکتا جب تک دشمنان حق کا کھل کر کفرنہ کیا جائے خواہ وہ کسی بھی حیثیت اور مقام کے حامل کیوں نہ ہوں۔ یہ ذمہ داری اس وقت اور بھی بڑھ جاتی ہے جبکہ یہ دشمنان دین یعنی طواغیت انسانوں کے بہی خواہ بن کر امام، مولوی، علامہ، شیخ القران اور شیخ الحدیث کے روپ میں اللہ کے دین کے ٹھیکیدار بنے ہوئے ہوں۔ کیونکہ دین کے نام پر دین سے دور کرنے کا شیطانی حربہ زیادہ کارگر ہوتا ہے اور عوام الناس ظاہری دینداری کی وجہ سے ان کے دام تزویر میں باآسانی گرفتار ہو جاتے ہیں اور دین کے نام پر ملنے والی گمراہی کو وہ حق سمجھ کر اپنا لیتے ہیں۔ ایسے طواغیت کا جب کھل کر کفر کیا جاتا ہے تو ان کے متبعین کی طرف سے شدید ترین مزاحمت و مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

قبر پرستی یا مردہ پرستی کی عمارت کی بنیاد دراصل حیات و سماع فی القبر کے گمراہ کن عقائد پر ہے۔ لہٰذا اس شجر خبیثہ کو اکھاڑ پھینکنے کے لیے اس کی جڑ پر تیشہ زنی ازبس ضروری ہے۔ یوں تو قبر پرستی نوح علیہ السلام کے زمانے سے چلی آرہی ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر نبی کے ہاتھوں اسکی بیخ کنی کا مختلف ادوار میں پورا اہتمام فرمایا یہاں تک کہ اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں اس مشن کی تکمیل ہوئی۔ لیکن، صد افسوس کہ بنی علیہ السلام نے جس فعل شنیع سے سختی سے روکا تھا اس امت نے اسکو شدومد اور عقیدت سے اپنایا۔ تاریخ شاہد ہے کہ قبر پرستی کی لعنت کو سند جواز

تیسری صدی کے مسئلہ خلق قرآن کے ہیرو امام احمد بن حنبل نے عطا کی۔ انھوں نے قبر پرستی کی بنیاد، حیات فی القبر کے عقیدے کو سب سے پہلے مذہبی رنگ دیکر اسلامی عقائد میں شامل کر دیا چنانچہ فرماتے ہیں :

"والایمان بمنکر نکیر و عذاب القبر، والا یمان بملک الموت یقبض الارواح ثم تردفی الا جسادفی القبور، فیسالون عن الایمان والتوحید۔"

ترجمہ : منکر نکیر، عذاب قبر، ملک الموت کے ارواح کو قبض کرنے، پھر ارواح کے قبروں کے اندر جسموں میں لوٹائے جانے پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اور اس پر بھی ایمان لانا لازم ہے کہ قبر میں ایمان و توحید کے بارے میں سوال ہوتا ہے۔ (طبقات حنابلہ جز اول ۳۴۴)

پھر اسکے بعد جو کچھ ہوا وہ ہمارے سامنے ہے۔ اس وقت سے لیکر آج تک اسکو بطور اسلامی عقیدہ تسلیم کیا گیا، اور تقریباً" تمام ہی مسالک نے اسے اپنایا اور عقیدے کے عنوان سے اسکو پھیلایا ہے۔ چنانچہ اسکی تائید اور وکالت بھی عین خدمت اسلام سمجھتے ہوئے بڑے شدومد سے کی گئی، منکر و موضوع روایات، قصے اور حکایات، ملفوظات و مکاشفات کا اس کے اثبات میں لا کر ڈھیر کر دیا گیا۔ اور کتابوں کی کتابیں اس باطل عقیدے کی تائید میں گمراہ کن مواد سے بھر دی گئیں۔ عقائد کی شاید ہی کوئی کتاب ہو جس میں یہ مسئلہ اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ موجود نہ ہو۔ بہر کیف، قبر پرستی کے خلاف جب سے آواز اٹھائی گئی اور اسکو سند جواز دینے والے امام احمد بن حنبل کی گرفت کی گئی تو تمام نام نہاد دینی حلقوں میں ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ ایک طرف تو اس باطل گمراہ کن اور مشرکانہ عقیدہ کا دفاع کیا جا رہا ہے تو دوسری طرف ان کی شخصیت کے دفاع کی سعی لاحاصل میں پورا زور صرف کیا جا رہا ہے۔

الحمد للہ قرآن و حدیث کے ٹھوس وواضح دلائل کے ذریعہ اس باطل عقیدے کا ابطال،

انتہائی مؤثر اور فیصلہ کن انداز میں کیا جا چکا ہے۔ ساتھ ہی احمد بن حنبل کے عقائد کی وضاحت بھی ٹھوس تاریخی حقائق و شواہد کے حوالوں سے مسلمہ اصولوں کے مطابق کی جا چکی ہے جو نگاہ حق بیں کے لیے قطعاً کافی ہے مگر مداحین احمد بن حنبل کی ان واضح حقائق، دلائل و براہین پر تشکیک و تلبیس کے پردے ڈالنے والی مہم بھی جاری ہے جو سراسر شخصیت پرستی بلکہ طاغوت پرستی پر ہی مبنی ہے۔ احمد بن حنبل کے عقائد و نظریات کا جو مختصر تعارف حبل اللہ شمارہ نمبر۱ا میں پیش کیا گیا تھا، بڑے ہی بھونڈے انداز میں اس کو نشانہ بنانے کی کوشش کی گئی۔ واتقواللہ حصہ دوئم و سوئم میں اس پر گرفت کر کے حقیقت کو واضح کیا گیا اور ہر قسم کی مغالطہ آرائی کی نشاندھی کردی گئی۔ اگر ان میں ذرا بھی دین کے لیے خلوص اور یوم حساب کا احساس ہوتا تو یہ توبہ و اصلاح کے بعد خاموشی ہی اختیار کر لیتے لیکن ایک طرف عقل معاش اور فہم و فراست سے انھیں کوئی واسطہ نہیں تو دوسری طرف جہالت و ہٹ دھرمی ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ (جس کے کچھ نمونے آئندہ سطور میں پیش کیے گئے ہیں) جس میں حماقت پر حماقت، غلط بیانی، تشنیع بدگوئی اور مغالطات پر مشتمل ایک شاہکار بعنوان "توبوا الی اللہ" جاری کیا گیا اور تاثر یہ دیا گیا کہ یہ جواب ہے حبل اللہ کے شمارہ جات اور واتقواللہ کی تینوں اقساط کا، چہ خوب!۔ ان کے دعوے کی صداقت کے لیے اس مجلہ کا سرسری مطالعہ ہی کافی ہے جس کے بعد بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس میں علمی دلیل نام کی کوئی چیز نہیں بلکہ یہ محض لفاظی اور پر فریب ہیر پھیر ہی کا مجموعہ ہے لیکن ان کی اس کاوش سے یہ ضرور ہوا کہ خلط مبحث کے اس شاہکار نے ان کی "پریشان خیالی" "مضطرب مزاجی" "علمی صلاحیت" اور "اعلیٰ ظرفی" کو مزید طشت ازبام کر دیا۔ تنقیص و تنقید کی جس سعیٔ لاحاصل کو وہ لوگوں کی دلچسپی کا سامان قرار دے رہے ہیں۔ (ملاحظہ ہو توبوا الی اللہ صہ۲۹) اس سامان دلچسپی و دل بستگی میں خلط مبحث، الفاظ کے الٹ پھیر اور خود کشیدہ مطالب کا انبار ہے اور انداز ایسا سوقیانہ اور بھونڈا کہ اخلاق و شائستگی کی تمام حدود سے متجاوز۔

بارہ سو سال اور بد عقیدگی

احمد بن حنبل سے بات شروع کرنے کے بعد یہ کس طرح اپنی اصل کی طرف لوٹ رہے

ہیں اسکا ایک نمونہ ملاحظہ ہو :

> "تنظیم عثمانی کے افراد نہ صرف یہ کہ بد عقیدہ ہیں بلکہ انکی بد عقیدگی میں غلو کا عالم یہ ہے کہ بارہ سو سال کے اس طویل عرصہ میں انکو کوئی ایک بھی مسلم نظر نہیں آتا" (توبوا الی اللہ ۱۶)

یہ اقتباس خود انکے ایمان اور انداز فکر کا عکاس ہے۔ یہاں نہ صرف یہ کہ اتہام طرازی اور الزام تراشی میں حد سے گزر گئے ہیں بلکہ مبہم انداز میں اپنے ہم مسلک اسلاف کی وکالت کا بھی ثبوت فراہم کیا ہے۔ یہی وہ انداز ہے جو تقریبا" تمام ہی مشرکین اپنی بد عقیدگی کے دفاع میں داعئ حق کے خلاف بطور حربے کے استعمال کرتے ہیں اس طرح انھوں نے خود کو اعلانیہ انہی کی صف میں کھڑا کرلیا ہے جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ساڑھے بارہ سو سال میں کوئی مسلم ہوا یا نہیں تو اس مغالطہ آرائی کا سدباب تو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے کہ "میری امت کا ایک گروہ قیامت تک حق پر رہے گا"۔ اس کا مطلب صاف ہے کہ کوئی زمانہ مسلمین سے خالی نہیں رہا' خواہ تعداد کتنی ہی کم کیوں نہ رہی ہو۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ آپ جن عود روح کے عقیدے کے حامل اسلاف کی وکالت پر کمربستہ ہیں وہ ان میں شامل نہیں ہیں۔

توبوا الی اللہ کے مئولف کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو۔ واتقوااللہ حصہ دوئم کو اپنے مضمون "کھلا خط" کے بعد کی تحریر بتا کر سفید جھوٹ' دروغ گوئی کے فتوے عائد فرما رہے ہیں اور قصدا" اور عمدا" کے الفاظ کے ساتھ۔ کیا یہ محض طعن و تشنیع کا موقع ڈھونڈ نکالنے کی کوشش نہیں؟ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ واتقوااللہ حصہ دوئم تو ان کے کتابچے "احمد بن حنبل" کے جاری ہونے پر اسکے جواب کے طور پر لکھا گیا تھا اور اس میں انہی باتوں کے جوابات دئے گئے تھے جو اس کتابچے میں نمایاں تھیں۔ رہا انکا "کھلا خط" تو یہ کتابچے کی شکل میں واتقوااللہ حصہ سوئم سے پہلے شائع ہوا تھا اور اسی لحاظ سے اس پر تبصرہ کیا گیا تھا جس میں ان کی غلط فہمی کی علمی طور پر نشاندہی کر دی گئی تھی۔ لیکن انھوں نے جاہلانہ و متکبرانہ انداز اختیار کرتے ہوئے اعراض کی روش اپنائی منفی رد عمل کے طور پر اس کے خلاف پروپگنڈے

کا طومار باندھ دیا۔ اب یہ خود ہی غور کرلیں کہ ان کے فتوے "عمدا" و"قصدا" "سفید جھوٹ اور دروغ گوئی" کا مصداق کون ہے۔

"کتاب فیہ اعتقاد...."

اب ذرا ان کی فریب کارانہ روش پر نظر ڈال لیجئے کہ موصوف نے کتاب فیہ اعتقاد... میں بیان کردہ عقائد سے احمد بن حنبل کو بچانے کے لیے کیا چال چلی ہے۔ کتاب کی ابتداء میں مذکور جملے "والذی کان یذھب الیہ" کا ترجمہ یہ لیا کہ ابوالفضل تمیمی احمد بن حنبل کے پاس جایا کرتا تھا اور اس غلط ترجمہ کو اپنے اس استدلال کی بنیاد بنا لیا کہ احمد بن حنبل کی وفات کے سو سال بعد پیدا ہونے والا کیسے ان کے پاس جاتا تھا' اور اس طرح اس کو منقطع اور ضعیف قرار دے کر کتاب میں بیان کردہ عقائد سے اپنی دانست میں گلو خلاصی کرلی! اس اجمال کی کچھ تفصیل ملاحظہ ہو۔ ہم نے جب ان کو واضح کیا کہ انھوں نے عربی کی سیدھی سی عبارت کا ترجمہ ہی غلط کیا ہے اور پھر اس "کتاب فیہ اعتقاد..." سے ثابت کیا کہ اصل ترجمہ یہ ہے اور اس طرح ان کے استدلال کی بنیاد ہی باطل قرار پائی تو غلطی کو ماننا تو درکنار کھسیانے ہو کر طعن و تشنیع پر اتر آئے اور الٹا یہ الزام جڑ دیا کہ ذھب یذھب کی بحث ہم نے گفتگو کا رخ موڑنے اور بات کو الجھانے کے لیے کی ہے (توبوا الی اللہ ۱۹' ۲۰) ظاہر ہے کہ یہ سب انھوں نے اپنے دفاعی مقصد کو پورا کرنے اور اپنی جہالت و حماقت پر پردہ ڈالنے کے لیے ہی کیا ہے۔ اب یہ لوگ سیدھی سادھی عبارت کا جو مفہوم بھی چاہیں کشید کرلیں لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ ہم نے "کان یذھب" کی بحث نہ تو گفتگو کا رخ موڑنے کے لیے ہی کی تھی اور نہ بات کو الجھانے کے لیے' بلکہ یہ محض ان کی فہمائش کے لیے تھی۔ اس کے لیے ذرا واتقو اللہ سوئم صفحہ ۵ اور ۶ کا مطالعہ کرلیا جائے تو معلوم ہو گا کہ عربی کی سادہ سی عبارت کا مفہوم بھی ان کے پلے نہ پڑا اور عقل و دانش اور لغت کے مسلمہ اصول کو پس پشت ڈال کر اس کا ترجمہ کر ڈالا : "ابوالفضل تمیمی احمد بن حنبل کے پاس جایا کرتا تھا".... اس طرح بات کہنے والے کو انھوں نے کان یذھب کا فاعل بنا دیا اور اس غلط ترجمہ کی بنیاد پر فیصلہ صادر کر دیا ملاحظہ ہو :

"سند کے آخر میں ایک راوی ابوالفضل عبدالواحد بن عبدالعزیز تمیمی

ہے۔ یہ محض احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ سے عقائد نقل کر رہا ہے۔ سند پہ نظر ڈالئے اس میں یہ بات مذکور ہے "والذی کان یذھب الیہ" اور وہ اس کی طرف جاتا تھا۔ یعنی ابو الفضل احمد بن حنبل کے پاس جایا کرتے تھے حالانکہ یہ ایک جھوٹی بات ہے۔" (تجلی خان ص ۲)

اس طرح انھوں نے اس کتاب میں مذکور مشرکانہ عقائد سے احمد بن حنبل کو بچانے کے لیے اپنی دانست میں زبردست دلیل پیش کر کے بہت بڑا کارنامہ انجام دیدیا لیکن جب انھیں بتایا گیا کہ آپ کے پلے تو عربی عبارت کا مفہوم ہی نہیں پڑا لہٰذا آپ کی دلیل بے بنیاد ہے تو غلطی کو ماننے کے بجائے یوم حساب سے بے خوف ہو کر ہٹ دھرمی سے اس پر جم گئے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ذھب 'یذھب صرف "جانے" ہی کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ واتقوا اللہ سوئم میں اس پر کچھ تفصیل سے گفتگو کی گئی۔ اب ہمارا جرم صرف یہی تو ہے کہ ان کی جہالت کے ازالے اور غلط فہمی دور کرنے کے لیے ہم نے کتاب "نفیہ اعتقاد احمد بن حنبل" سے متعدد مثالیں دیکر یہ واضح کیا کہ ذھب 'یذھب اکثر مذھب و عقیدے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اور یہاں سیاق و سباق کے لحاظ سے اسکے یہی معنی مراد ہیں۔ کیسی ستم ظریفی ہے کہ اعتراف و اصلاح کے بجائے اسکے جواب میں سفید جھوٹ اور دروغ گوئی کے فتوے داغے جا رہے ہیں!۔

ان کی انانیت و تکبر کا یہ عالم ہے کہ ضمیر نے غلطی کو تسلیم تو کر لیا ہے لیکن صاف الفاظ میں اسکا اظہار کرنے کی ہمت و جرات اپنے اندر نہیں پاتے بلکہ چالاکی و عیاری کے ساتھ اپنی جہالت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں' چنانچہ فرماتے ہیں :۔

"اگر ذھب یذھب کے معنی بقول ان کے مذھب و عقیدہ ہی کے لئے جائیں تب بھی اس سے اصل مسئلہ پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔" (توبوا الی اللہ ص ۲۰)

یہ "بقول ان کے" والی بات بھی خوب ہے۔ اب ان کو کون سمجھائے کہ اصول اور کلیئے ہمارے اور ان کے قول کے محتاج نہیں' ہم نے جو کچھ لکھا ہے وہ "بقول ہمارے" نہیں بلکہ حقیقت ہے اور سو فی صد درست! ابھی تو ہم نے ان کی علم و آگہی کا ایک ہی نمونہ پیش کیا ہے

اب ذرا انکی دوسری بات پر تو توجہ فرمائیں جس کو موصوف اصل اختلاف بتا رہے ہیں اور جس کی بار بار تکرار ہے کہ "ابوالفضل تمیمی احمد بن حنبل سے سو سال بعد پیدا ہونے والا ان سے کیسے براہ راست عقیدہ نقل کر رہا ہے" (توبوا الی اللہ ص ۱۹) اور اسی بات کو موصوف نے اپنے مضمون "کھلا خط" میں لکھا تھا :

"ابوالفضل تمیمی احمد بن حنبل سے سو سال بعد پیدا ہوئے' اتنے طویل عرصے بعد آنے والا یہ شخص ان سے کیسے براہ راست یہ عقیدہ نقل کر رہا ہے جبکہ درمیان میں کوئی دوسرا راوی بھی موجود نہیں.... چونکہ سند کا سلسلہ منقطع ہے' روایت ضعیف ہے" (تجلی خان ص ۳)

ہم نے ان کے جاہلانہ تبصرہ کا جواب دیتے ہوئے انھیں سمجھایا کہ سند دیکھ کر آپ کو مغالطہ ہوا ہے' یہ ابوالفضل تمیمی کی سند نہیں ہے بلکہ ناقل یا کاتب کی سند ہے (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو واتقواللہ حصہ سوئم ص ۶۔۷۔۸)

موصوف نے اس ناصحانہ گذارش اور علمی دلیل پر کس بھونڈے انداز میں تبصرہ کیا ہے' ذرا اسکو بھی ملاحظہ فرمائیں :

"ہیرا پھیری اسے کو کہتے ہیں محل نزاع تو سرے سے یہ ہے ہی نہیں کہ یہ سند مؤلف کی ہے یا کاتب کی۔ اس طرف بات کا رخ موڑنا ان کی چرب زبانی کے سوا کچھ نہیں۔ نزاع تو اس امر میں ہے کہ ابوالفضل تمیمی احمد بن حنبل کی وفات کے سو سال بعد پیدا ہوئے۔ اتنے طویل عرصہ بعد آنے والا شخص امام احمد بن حنبل سے کیسے براہ راست یہ عقیدہ نقل کر رہا ہے جبکہ درمیان میں کوئی دوسرا راوی بھی موجود نہیں ہے"۔ (توبوا الی اللہ ص ۲۱)

ذرا ان کے دونوں اقتباسات کا تقابل فرمائیں۔ پہلی عبارت میں ناقل یا کاتب کی سند کو ابوالفضل کی سند قرار دے کر اپنے اعتراض کی بنیاد فراہم کرنے کے لیے سند کو منقطع بتایا' اور اب کہتے ہیں کہ محل نزع تو یہ ہے ہی نہیں کہ سند مؤلف کی ہے یا کاتب کی..." ملاحظہ فرمایا آپ نے ان صاحب محل نزع مبصر و ناقد صاحب کی فہم و فراست کا کیا عالم ہے' ان کی اس گل افشانی نے تو ان کے علم و دانش کا بھانڈا ہی پھوڑ دیا!۔ ان کے اس کتابچے نے پوری

طرح ثابت کر دکھایا کہ ان کو کتاب' صاحب کتاب اور سند وغیرہ کا نہ کوئی درک ہے اور نہ شعور اور چلے ہیں سند کے بارے میں فیصلہ فرمانے کہ کیا محل نزاع ہے اور کیا نہیں!۔ اگر ضد و ہٹ دھرمی کے خول سے نکل کر اصول سمجھنے کی کوشش کرتے تو یقیناً" بات سمجھ میں آجاتی کہ ابوالفضل تمیمی ان کے عقائد کو خود احمد بن حنبل سے نقل نہیں کر رہا بلکہ پہلے سے مرتب شدہ مواد سے اخذ کر کے بیان کر رہا ہے' اس میں ابوالفضل کی سند اور اسکے انقطاع کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ خود تو بات کیا سمجھ پاتے ہمارے سمجھانے سے بھی بات انکے پلے نہ پڑی' اس پر دعویٰ ہے تحریر و تنقید کے میدان میں جھنڈے نصب کرنے کا!۔ انکی ذہنی استعداد اور فہم فراست کے پیش نظر ایک آسان مثال دے کر ان کو سمجھایا گیا' ملاحظہ ہو' واتقوا اللہ سوئم :

> "ایک آسان مثال سے ہم ان صاحبان کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اگر یہ حضرات موجودہ دور ۱۴۱۶ھ ہجری میں صحیح بخاری (تالیف شدہ تیسری ہجری) سے کوئی حدیث نقل کریں تو کیا وہ روایت منقطع یا ضعیف ہو جائے گی؟ ہرگز نہیں۔ بالکل اس طرح ابو الفضل تمیمی نے "کتاب فیہ اعتقاد" کو اپنے سے پہلے موجود تالیف شدہ مواد سے مرتب کیا ہے۔ احمد بن حنبل کے عقائد و افکار' مذہب و رجحانات وغیرہ کا مواد ان سے پہلے ابوبکر الخلال (متوفی ۳۳۱) نے تقریباً ۲۰' اجزاء میں کتاب جامع لعلوم یا المسند من مسائل کے نام سے جمع کر دیا تھا اس کے مخطوطے قدیم لائبریریوں میں موجود ہیں (الرسالہ مستطرفہ ص ۳۴۔") (واتقوا اللہ۔ سوئم ص ۸'۹)

اس آسان مثال سے یہ بات سمجھانے کی کوشش کی گئی تھی کہ اسناد کا تعلق تو روایات مرتب اور جمع کرنے والوں سے ہی ہوتا ہے۔ بعد کے ناقل سو یا ہزار سال بعد اس مواد کو نقل کرتے ہیں۔ لہٰذا بعد کے ناقلین سند کا حصہ نہیں ہوتے اس لیے سو یا ہزار سال پرانے مرتب شدہ مواد کو نقل کرنے سے سند کا انقطاع نہیں ہوتا۔ یہ اصول اتنا آسان و زود فہم ہے کہ ایک اسکول کا طالبعلم بھی سمجھ لیگا لیکن ان "محقق" صاحب کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی

تو یہ ان کا نصیب!۔ دراصل اگر یہ اس طرح کی اصولی باتیں سمجھتے جائیں اور اعتراف حق کا اظہار کرتے جائیں تو پٹڑی سے اترنے کے بعد طاغوت کے دفاع کی جو تحریک اٹھائی ہے اسکی تو عمارت ہی ڈھیر ہو کر رہ جائے گی اور اب یہ ان کے بس سے باہر ہے' چنانچہ بات سمجھنے کے بجائے موصوف پرانی روش پر رہتے ہوئے حق کو باطل اور باطل کو حق ثابت کرنے کی کوشش میں بڑے ہی بھونڈے انداز میں تنقیدی گل افشانی فرما کر اپنی جہالت اور بے علمی کے ثبوت پر ثبوت فراہم کرتے چلے جا رہے ہیں' اس کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو :

> "قارئین اس بات پر محو حیرت ہونگے کہ امام بخاری کی صحیح بخاری کو انہوں نے مجہول الحال کتابوں مواد کی برابری میں کیوں کھڑا کیا۔ تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں جب اور جہاں عقیدے کی خرابی واقع ہو جائے وہاں سب کچھ ممکن ہے" (توبوا الی اللہ ص ۴۳)

ان کے تنقیدی شہ پارے بھی عجیب و غریب ہیں' اودھر ادھر کی مارتے ہیں اور حد سے گزر جاتے ہیں۔ کوئی ان سے پوچھے کہ صحیح بخاری کو کن مجہول الحال کتابوں مواد کے برابر کھڑا کیا اور واتقواللہ سوئم کی کس عبارت یا کن الفاظ سے ثابت ہو رہا ہے کہ مجہول الحال کتابیں صحیح بخاری کے برابر ہیں۔ بات تو صرف یہ کہی گئی تھی کہ اپنے سے صدیوں قبل کی کتاب سے جب کوئی بات یا عبارت اخذ یا نقل کیجائے تو وہ منقطع نہیں ہوتی اور اس پر "سند منقطع ہے' اور روایت ضعیف ہے" کے نعرے نہیں لگانے چاہئیں۔ "ایک آسان مثال" کے معنی ان کی لغت میں یہ ہیں کہ کسی کتاب کو صحیح بخاری کے برابر کر دیا جانا' کیا خوب طرز استدلال ہے! ایسی پر مغز تحریر شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آتی ہے' بہ ایں عقل و دانش بہ باید گریست!۔

جیسا کہ درج بالا سطور میں بتایا گیا' ہم نے واتقواللہ سوئم ص ۹۸ میں ان کے اشکال اور غلط فہمی کی پوری طرح وضاحت کر دی تھی' چنانچہ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ہماری ان گذارشات پر غور فکر کرتے تحقیق کر کے کچھ معلومات اکٹھی کرتے پھر اس پر کچھ تبصرہ نگاری فرماتے مگر یہ ہٹ دھرمی کے پیکر ہیں' بغیر علم کے تنقید کرتے ہیں اور طعن و تشنیع ان کا وطیرہ ہے اور

اسکے لیے کسی تحقیق اور محنت و مشقت کی ضرورت ہی نہیں' چنانچہ لکھتے ہیں :

> اس بات کی حقیقت ایک شگوفے کے سوا کچھ نہیں انکو یہ بات کس نے بتائی یہ کہاں لکھا ہے اور کس نے لکھا ہے کہ ابوالفضل تمیمی نے کتاب فیہ اعتقاد کو اپنے سے پہلے تالیف شدہ مواد سے مرتب کیا ہے؟ کیا انکی کوئی وحی نازل ہوئی ہے؟ اوپر سے کوئی الہام ہوا ہے؟ (توبوا الی اللہ ص ۲۳۔ ۲۴)

قارئین! ہم نے باقاعدہ تحقیق کے بعد انہیں بتایا تھا مگر انھوں نے تو یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ اپنی محبوب شخصیت کے وقار اور اپنی انانیت پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔ چنانچہ اسی جنون کے تحت یہ ہرزہ سرائی فرما رہے ہیں۔ اب کوئی ان سے پوچھے کہ اگر آپ کو یہ بتا دیا جائے کہ فلاں صاحب ؒ نے اس جگہ لکھا ہے تو کیا آپ مان جائیں گے اور رجوع کرلینگے؟ اب تک کا طرزِ عمل تو اسکی نفی کرتا ہے۔ بہرکیف' اس موقع پر ہم اتنا ضرور کہیں گے کہ "کتاب فیہ اعتقاد" کے مندرجات دوسری کتابوں میں موجود ہیں جن میں سے بعض چھپ چکی ہیں اور بعض ابتک مخطوطات کی شکل میں محفوظ ہیں۔ اگر موصوف اس کتاب کے مندرجات کو براہ راست دیکھنا چاہتے ہیں تو ہم نے واتقواللہ سوئم صفحہ ۹ پر ابوبکر الخلال کی کتاب "جامع لعلوم" یا "المسند من مسائل" کی نشاندہی کی تھی۔ اس کو زیرِ تحقیق لے آئیں تو ممکن کے ان کے قلب وذھن کے قفل کھل جائیں۔

امام احمد بن حنبل اس امت کے پہلے شخص ہیں جنھوں نے عقیدہ عود روح پر ایمان کی دعوت دی۔ اور اسکے بعد ہی یہ اسلامی عقیدہ سمجھا گیا ہے۔ اب مدافعین' احمد ابن حنبل کو معصوم عن الخطا سمجھتے ہیں اور شاید انہوں نے ان کے دفاع کی قسم ہی کھا رکھی ہے لہٰذا وہ ان کے خلاف کچھ سننا ہی نہیں چاہتے اور ان کے خلاف آنے والی ہر ہر بات کا بڑی شان و تمکنت سے رد فرمانے کی کوشش کرتے ہیں۔ خواہ اس سعئی لا حاصل میں ان کو کچھ بھی کرنا پڑے۔ کبھی کبھی دو مختلف باتوں کو یکجا کر دکھاتے ہیں تاکہ کسی طرح ان کا کام نکل جائے۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں :

"خود ہی یہ مزار بیٹھے ہیں اور ایمان خالص قسط دوم میں امام ابو حنیفہ اور

ایک قبر پرست کا واقعہ لکھ چکے ہو۔۔۔۔" (توبوا الی اللہ صفحہ ۲۵)

اسکے بعد واقعہ نقل کر کے لکھتے ہیں :

"یہ واقعہ صاف بتلا رہا ہے مردوں کے سننے کا عقیدہ یعنی اعادہ روح احمد بن حنبل کی پیدائش کے چودہ سال سے بھی زیادہ عرصہ پہلے رواج پا گیا تھا۔" توبوا الی اللہ صفحہ ۲۶)

مزید فرماتے ہیں کہ

"امام احمد بن حنبل کو اس امت کا پہلا مشرک کہنے والے اندھے مقلدین جواب دیں کہ اگر قبر پرستی پہلے تھی تو امام احمد بن حنبل نے افتتاح کیسے کر لیا اور اسکو کیسے اس امت میں جاری کیا" (توبوا الی اللہ ص ۲۶)

کیا موصوف کو یہ نہیں معلوم کہ قبر پرستی نوح علیہ السلام کے دور سے چلی آ رہی ہے اور آج بھی جاری ہے 'احمد ابن حنبل نے تو عقیدہ عود روح یعنی حیات فی القبر کو جو دراصل قبر پرستی کی بنیاد ہے 'جزو ایمان بنا کر پیش کیا ہے۔ اس طرح انھوں نے قبر پرستی کے لیے دین میں سند جواز مہیا کر دی۔ یہی انکا کارنامہ ہے۔ قرون اولیٰ میں تو اس باطل و گمراہ کن نظریئے کی بیخ کنی کر دی گئی تھی اور امت مسلمہ کے ایمان و عقیدہ کو شرک کی آمیزش سے یکسر پاک کر دیا گیا تھا۔ لیکن تیسری صدی کی اس سربر آوردہ وقد آور شخصیت نے اس نظریہ کو جزو ایمان بنا کر گمراہی کے لیے زمین ہموار کی 'بعد کے اکابر پرستوں بالخصوص احبار ور رہبان نے اس کو اپنایا اور جذبہ عقیدت کے ساتھ دین و ایمان کا جزو سمجھ کر بڑے جوش و خروش سے اسکو پھیلایا اور قرآن و صحیح احادیث کی من مانی تاویلات کے ذریعہ اس باطل عقیدہ کے دفاع کا حق ادا کر دکھایا۔ یہاں تک کہ قرآن و حدیث کا دین بالکل ہی اجنبی ہو کر رہ گیا۔ اب ایمان خالص کی انقلابی دعوت پر اٹھنے والی اس انقلابی تحریک و تنظیم سے منحرف ہونیوالے افراد کا گروہ باطل عقائد کی حامل شخصیت کے دفاع میں اسی جوش و خروش کا اظہار کر رہا ہے اور دعوت حق کے مشن کے حامل تنظیم کی راہ میں روڑے اٹکانے کی سعی لاحاصل میں ابلیس کے ہمنواؤں کا ممدو معاون بنا ہوا ہے :

......والذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت.... (النساء۷۶)

(اور کافر تو طاغوت ہی کی راہ میں قتال کرتے ہیں)

اور پھر ستم ظریفی تو یہ ہے کہ دلائل' اور علمی اصول و کلیات سے بے بہرہ انانیت 'نفس پرستوں نے [illegible] آنکھیں بند کر کے شخصیت پرستی کا جاہلانہ راگ الاپنے والے حقائق و شواہد قرآنی دلائل سے بات سمجھانے والوں کو "اندھے مقلدین" جیسے القاب سے نواز رہے ہیں گویا کہ ع خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد.....!!

دراصل شخصیت پرستی اور منافقت ہے ہی ایسا روگ جو یوم حساب کی بے خوفی سے پیدا ہوتا ہے متعدد بار ان کو سمجھایا گیا کہ عقیدہ عود روح حیات فی القبر احمد بن حنبل ہی کے حوالہ سے ملتا ہے اور اس پر تمام گروہ اور فرقوں کا بلا استثنیٰ اتفاق ہے۔ ان عقیدتمند "پرستاران احمد بن حنبل" کے لیے ایک چیلنج تھا کہ کہیں سے کچھ نکال لائیں اور اس موقف کو غلط ثابت کر دکھائیں۔ لیکن باوجود کوشش' اس میں ناکامی کے بعد اب ان کے پاس ادھر ادھر ہاتھ پیر مارنے اور کھسیانے ہو کر کھمبا نوچنے کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں رہا۔ چنانچہ ان کے ایسے ہی طرز عمل اور اعلیٰ ظرفی کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو' فرماتے ہیں :

> "ان کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ پوری امت احمد بن حنبل کے کفرو شرک پر متفق رہی ہے اور کوئی بھی ایسا نہیں گذرا جس نے اسکا انکار کیا ہو مگر ان کی بے غیرتی کا عالم یہ ہے کہ اب تک اپنے دعوے کے ثبوت میں بارہ سو سال کی پوری تاریخ میں سے ایک بھی مسلم عالم پیش نہ کر سکے جس نے احمد بن حنبل سے منسوب شرکیہ عقیدے کی بنیاد پر انکو کافر و مشرک قرار دیا ہو۔" (توبوا الی اللہ ص ۲۶' ۲۷)

اب اگر کوئی شخصیت پرستی کے جنون میں حد سے گزر جائے اور ہوش و حواس سے ہی ہاتھ دھو بیٹھے تو پھر اسے کون سمجھا سکتا ہے کہ کفر بالطاغوت کے لیے کسی کے فتوے پر انحصار نہیں ہوتا۔ اسکے لیے تو قرآن و حدیث کا وہ علم درکار ہے جو "انما یخشی اللہ من

عبادہ العلماء" کے اوصاف کے حامل خوش نصیبوں اور رب ذوالجلال کے وقار کے سچے قدر دانوں ہی کا حصہ ہے۔ اسکے لیے تو وہ جذبہ اخلاص اور ہمت مردانہ ضروری۔ ہے جو خوف آخرت اور خشیت الٰہی سے پروان چڑھتی ہے' ورنہ یہ کس کے بس کی بات تھی کہ بارہ سو سال پر پھیلے ہوئے اتحادی دین کے تمام علمبرداروں اور انکے ہمنواؤں کو ایک قطار میں کھڑا کرکے کافرو مشرک قرار دیدے' یہ دیکھے بغیر کہ کسی نے ان پر فتویٰ دیا ہے یا نہیں اور اسکی پرواہ کیے بغیر کہ پوری امت ان کی کیسی پرستار ہے۔ ہم نے ان "غیرت مندوں" کو یہ چیلنج دیا تھا کہ بارہ سو سال میں کسی ایک کا نام بتا دو جس نے یہ کہا ہو کہ احمد بن حنبل عود روح فی القبور کے عقیدے کے حامل نہیں تھے۔

دفاعی انداز فکر کے ساتھ موصوف رقم طراز ہیں :

> "امام بخاری' امام مسلم'..... اور عوام و خواص میں بھی اس بات پر سب کا اتفاق رہا ہے کہ احمد بن حنبل ایک بہت بڑے امام استاد المحدثین اور راسخ العقیدہ مومن ہیں" (توبوا الی اللہ ص ۲۷)

بخاری و مسلم و دیگر علمائے کرام و محدثین عظام کے اقوال سر آنکھوں پر' انھوں نے جو کچھ فرمایا اپنے علم و مشاہدے کی بنیاد پر فرمایا اور ہر شخص اسی کا مکلف ہے لیکن یہاں تو ان کا عقیدہ عودروح مسلم الثبوت حیثیت سے سامنے آچکا ہے۔ اقرار و اعتراف کے بعد گواہان صفائی کی گواہی تو کالعدم ہو جاتی ہے یہی اصول و کلیہ ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ اسلاف کے عقائد و نظریات کو قرآن و حدیث کی کسوٹی پر ہی پرکھا جائیگا بزرگوں کے اقوال و تجربات پر نہیں۔

میمونی کا قول

اب چونکہ مدافعین کا مقصد حیات تو احمد بن حنبل کا دفاع ہی کرنا ہے۔ لہٰذا اس سلسلے میں کسی معتدل بات کو سننا ہی گوارا نہیں کرتے اور اگر کوئی بات ان کے موقف کے خلاف ہو تو اسکا [illegible] کوئی توڑ ایجاد کرڈالتے ہیں لیکن ساتھ ہی عوام الناس کو فریب دینے کے لیے یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ اگر کوئی دلیل انکے موقف کے خلاف آئے گی تو وہ اسکو ضرور تسلیم کر

لیں گے۔ اپنی بات میں زور پیدا کرنے کے لیے یہ بھی کہتے رہے ہیں کہ صرف ایک دلیل مزید مل جائے تو ہم تسلیم و رضا کا نمونہ بن کر دکھائیں گے۔ لیکن جب انھیں احمد بن حنبل کے خط بنام مسدد ابن مسرہد کا مزید ثبوت پیش کیا گیا تو اپنی پرانی روش پر کاربند رہتے ہوئے انکار پر کمربستہ ہو گئے۔ اور اسکے لیے عجیب ہی انداز اختیار کیا جسکی ایک جھلک ہم واتقوا اللہ حصہ سوم صفحہ ۱۵ تا ۱۹ میں پیش کر چکے ہیں اسکو ملاحظہ کر لیا جائے۔ میمونی کی عبارت کے حوالے سے ہم نے ان کی بے علمی کی نشاندہی کی تھی جس کو موصوف نے تسلیم تو کیا ہے لیکن کس قدر نیم دلانہ انداز میں' ملاحظہ فرمایئے :

"اس کی تشریح و توضیح پر اپنی کتاب کے صفحہ ۱۵ سے صفحہ ۱۹ تک ۵ صفحات سیاہ کر کے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ مسدد اچھے شیخ تھے اللہ انہیں معاف فرمائے چلو ہم بھی مان لیتے ہیں کہ انھوں نے اس فقرے کا صحیح مفہوم پیش کیا لیکن اس سے اصل مسئلے پر کیا فرق پڑتا ہے؟ اصل مسئلہ تو جوں کا توں رہا۔" (توبوا الی اللہ ۲۷۔ ۲۸)

اسے کہتے ہیں "چوری اوپر سے سینہ زوری۔" یا

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔

(چور کیسا بہادر ہے؟ ہاتھ میں چراغ لئے پھرتا ہے)

تو جناب : ہم نے وقال نعم الشیخ عفاہ اللہ کا جو مطلب پیش کیا ہے وہی حقیقت ہے یعنی یہاں قال کا فاعل احمد بن حنبل ہیں جو مسدد کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ "مسدد بہت اچھے شیخ ہیں اللہ انہیں معاف فرمائے۔" آپ نے فاعل کو مفعول بنا کر مفہوم ہی الٹ دیا تھا۔ چنانچہ اب اس نشاندہی کے بعد غلط مطلب پر رکھی گئی استدلال کی عمارت بھی زمین بوس ہو گئی۔ دیکھیے' ان کی علمیت اور ذہانت کا یہ عالم ہے کہ سادہ سی عبارت میں فاعل اور مفعول بھی نہیں پہچان پاتے اور اس پر دعویٰ ہے علمی میدان میں شہسوار ی کا!!!۔ آپ نے یہ بھی خوب فرمایا کہ "چلو ہم بھی مان لیتے ہیں"۔ ذرا ٹھہر کر یہاں اپنا محاسبہ کریں کہ یہ انداز مخلصانہ ہے یا مولویانہ!۔ بہر کیف آپ صاحبان کے ماننے یا نہ ماننے سے امر واقع میں تو تبدیلی نہ ہو گی اور آپ کے اس احسان عظیم کی ہمیں چنداں ضرورت بھی نہیں' البتہ یہی

بات تسلیم کر لینے سے آپ کی اصلاح کا امکان پیدا ہو سکتا ہے بشرطیکہ اعتراف خوشدلانہ اور جذبہ اخلاص کے ساتھ ہو لیکن افسوس کہ آپ کے ہاں اس کا فقدان ہے جیسا کہ ... گے رویے سے ثابت ہے۔ اسی سلسلے میں موصوف مزید فرماتے ہیں :

"ابن حجر اور امام ذہبی کا یہ کہنا کہ امام احمد بن حنبل نے مسدد کو خط لکھا کوئی جرح اور تعدیل نہیں بلکہ یہ عام خبر ہے" (توبوا الی اللہ ص ۲۸)

انکی اس بات پر تبصرے سے پہلے بہتر ہے کہ زیر بحث عبارت پر پھر سے نظر ڈال لی جائے۔ عبارت یوں ہے :

"قال ابو الحسن المیمونی سالت ابا عبداللہ الکتاب الٰی مسدد فکتب لی الیہ و قال نعم الشیخ عافاہ اللہ" (سیر اعلام النبلا' تہذیب التہذیب)

ترجمہ : "ابو الحسن میمونی نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (احمد بن حنبل) سے مسدد کے نام خط کے متعلق کہا تو انہوں نے خط لکھ دیا اور کہا کہ (مسدد) بہت اچھے شیخ ہیں اللہ انہیں معاف فرمائے"

قارئین' یہ ایک سادہ سی عبارت ہے جسکا نصف احمد بن حنبل کے خط بنام مسدد کے اثبات سے متعلق ہے اور باقی حصہ مسدد ابن مسرہد کے لیے تعریف و دعا پر مشتمل ہے۔ موصوف اپنے مضمون بعنوان کھلا خط میں تقریباً" چار مقامات پر ان الفاظ "نعم الشیخ عافاہ اللہ" کو تعدیل قرار دے چکے ہیں (ملاحظہ ہو واتقواللہ سوئم صفحہ ۱۷) اور جرح اور تعدیل کے متعلق اسی مضمون میں یہ بھی فرما چکے ہیں کہ

"آج تک ہمارا طریقہ کار رہا ہے کہ جرح اور تعدیل ہم ہر ایک سے لیتے رہے ہیں" (تجلی خان' کھلا خط ص ۱۲)

ہم نے واتقواللہ حصہ سوم میں یہی بات تو لکھی تھی کہ آپ جرح اور تعدیل کے اصول کے مطابق اس تعدیل کو قبول کریں گے تو خط خود بخود ثابت ہو جائے گا کیونکہ عبارت ایک ہی ہے' آدھی میں تعدیل ہے اور آدھی میں خط کا اثبات۔ انہوں نے اپنے کھلے خط میں اس عبارت کو احمد بن حنبل کے متعلق ہی بنا دیا تھا۔ اور لگے تھے ہم سے اس تعدیل کو منوانے کہ

"ایک ہی فقرے میں (یہ احمد بن حنبل کا خط ہے) اس بات کو ماننا اور دوسری بات (نعم الشیخ عفاہ اللہ یعنی ان کی تعدیل) سے انکار کہاں کا انصاف ہے" (تجلی خان ص ۲۳)

تو جناب، ہم نے تو پہلے بھی اس تعریف یا تعدیل کو مانا تھا، لیکن آپ اگر سیدھی سی عبارت کو نہ سمجھ پائیں تو اس میں ہمارا کیا قصور؟۔ پھر ستم بالائے ستم یہ کہ جب آپکو واضح کیا گیا کہ یہ تعریف آپ کے امام کی نہیں تو آپ پینترا بدل رہے ہیں، پہلے تو آدھی بات ماننے اور آدھی نہ ماننے کا بے بنیاد و بلا جواز شکوہ فرما رہے تھے اور ہمیں طعنہ دے رہے تھے، اب جبکہ اپنی بے علمی کی وجہ سے خود ہی اس طعن کی زد میں آگئے ہیں تو راہ فرار اختیار کرتے ہوئے اس عبارت کو محض خبر بنا ڈالا ہے حالانکہ پہلے چار مقامات پر خود ہی اسکو تعدیل قرار دے چکے ہیں۔ انکا یہ کتابچہ تو انکی جہالت و کور عقلی اور ہٹ دھرمی کا "شاہکار" معلوم ہوتا ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ وہاں اسکو تعدیل قرار دینے سے کام نکل رہا تھا اور یہاں اسکو محض خبر بنا دینے میں ہی گلو خلاصی ہے۔ کیسی دیدہ دلیری ہے، پینترے بدلتے رہیں اور ہیرا پھیری کرتے رہیں، جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ ثابت کرتے رہیں مگر ان کی دینداری پر ذرا حرف نہیں آتا،

.....واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ ثم توفی کل نفس ماکسبت وھم لا یظلمون ○ (البقرہ)

ترجمہ : ڈرو اس دن سے جب پیشی کے لیے اللہ کی بارگاہ میں لے جائے جاؤ گے تو ہر ایک کو اس کے کیے کا پورا بدلہ مل جائے گا اور کسی پر کوئی ظلم نہیں ہو گا"

اب رخ بدلنے کے بعد کچھ راہ کھل گئی تو موصوف اور بھی آگے بڑھ گئے اور گل افشانی فرمانے لگے :

"اگر یہ لوگ جرح و تعدیل کی کتابوں میں ایسے اقوال پر ایمان لانا ضروری سمجھتے ہیں تو پھر بریلویت کی جیت ہو گی۔ اس لیے کہ معاملہ صرف خط گیا ہے پر نہیں رکتا یہاں کشف و کرامات، خوابوں کی دنیا میں چونکا دینے والے حوالہ

جات ہم ان کو انہی کتابوں سے دکھادیں گے"..... (توبوا الی اللہ ص ۲۸)

یہ خوب ! پہلے تو عبارت کے نصف کو تعدیل منوانے پر زور تھا اور اسکو نہ ماننا نا انصافی گردانا جا رہا تھا لیکن اب آنکھ کھل گئی' اسکو تعدیل قرار دینا بے مقصد ہو گیا' تو پوری عبارت خبر بن گئی اور اس کو رد کرنا لازمی قرار دیا گیا اور (جسکو پہلے نہ ماننا نا انصافی تھا) اب اس کو مان لینا گویا بریلویت کی تائید ثابت کر دیا گیا! بہت خوب' اس طرح موصوف نے اپنے پیر مرشد کا ہی طرز عمل اپنا لیا کہ ضرورت کے مطابق غلط بات کو صحیح ثابت کرنا پھر "رخ بدل کر" اسی صحیح کو غلط ثابت کر دینا بالکل جائز ہے!!۔ قارئین خود ہی غور فرمائیں کہ ہم نے میمون بن زید سے متعلق جو اسماء الرجال کی کتب سے پیش کیا ہے' وہ ایک مستند ٹھوس اور سنجیدہ بات ہے اور ہر لحاظ سے صحیح اور قابل اعتماد' یہ مدافعین اسکو کسی بھی مسلمہ اصول و قاعدے کی رو سے غلط ثابت نہ کر سکے تو اسکو کشف و کرامات اور خوابوں کی دنیا کے متعلقات اور ان کے حوالہ جات کے ساتھ لا کھڑا کیا' تلبیس اور خلط مبحث کی کیا مولویانہ شان ہے!۔ فن رجال کے ماہرین نے خواب وغیرہ کے واقعات کا ذکر تو کیا ہے لیکن اس کو موصوف کی طرح مستند اور ٹھوس عبارات کے مقابلے میں دلیل نہیں بنایا۔ لیکن موصوف نے اپنی بات میں زور پیدا کرنے کے لیے ان من گھڑت واقعات کو وہ حیثیت دے ڈالی جو پہلے نہیں دی گئی۔ اب ذرا کوئی ان سے پوچھے کہ کہاں گئی ان کی وہ حمیت جسکے تحت ہمیں صحیح بخاری کو مجہول الحال کتابوں کے برابر لا کھڑا کرنے کا طعنہ دیا گیا تھا' در آں حالیکہ ہم نے تو محض راوی اور ناقل کا اصولی فرق سمجھانے کے لیے ہی صحیح بخاری کی مثال دی تھی نہ کہ بخاری کا دوسری کتابوں سے تقابل کیا تھا پھر بھی طعنہ جڑ دیا گیا کہ بخاری کو مجہول الحال کتابوں کے برابر لا کھڑا کیا۔ سچ تو یہ ہے کہ ایک متکبر ہٹ دھرم کے لیے مغالطہ آرائی اور فریب کاری کا ہر حربہ جائز ہے اور اس کتابچہ میں تو ایسی مغالطہ آرائی اور فریب کارانہ لفاظی کی بھر مار ہے جن کے یہاں تو صرف چند ہی نمونے پیش کئے جا رہے ہیں۔

"قلت" کا استعمال

اپنے باطل موقف کی مدافعت کے لیے حقیقت کو جھٹلانا اور سچ میں جھوٹ کی آمیزش

کرنا ان کے لیے جائز ہے اسکا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

قارئین ہماری جن عبارات کو ہدف تنقید بنایا گیا ہے پہلے انہیں ملاحظہ فرمالیں تاکہ علمی بے بضاعتی سے قطع نظر' انکی دیانت وصداقت اور تقویٰ وخشیت کا اندازہ ہو جائے۔

"ابن حجر ہوں یا ذہبی یہ صرف ناقلین ہیں انہوں نے اپنے سے پہلے لوگوں کی اور سلف کی کتب سے نقل کا کام کیا ہے جہاں انکی اپنی بات ہوتی ہے وہاں اس کی وضاحت کردیتے ہیں" (واتقواللہ سوئم ص ۱۷)

ڈاکٹر مسعودالدین عثمانیؒ کی کتاب ایمان خالص قسط دوئم کی عبارت اس طرح ہے:

"جن جرح و تعدیل کی کتابوں کے حوالے پیش کئے گئے ہیں وہ ان حضرات کی اپنی کتابیں نہیں ہیں بلکہ انہوں نے سلف کی کتابوں کا جو کمیاب اور طویل تھیں اختصار پیش کیا ہے اور بس۔ باقی جہاں وہ قلت (میں کہتا ہوں) کہکر عبارت لاتے ہیں وہ سلف کی جرح کی شدت کو کم کرنے یا ختم کرنے اور اپنے عقیدہ کی حفاظت کے لیے ہی ہوتی ہے" (ایمان خالص دوسری قسط ص ۳۰)

اب ہماری ان عبارات پر موصوف کی تنقید ملاحظہ ہو:

"ایک طرف کہتے ہیں کہ جہاں ان کی بات ہوتی ہے وہ ناقابل اعتبار ہوتی ہے اور اپنے عقیدے کی حفاظت کے لئے ہوتی ہے مگر دوسری طرف موصوف اپنے اس اصول کو پس پشت ڈال کر حبل اللہ شمارہ ۱۳ کا پورا صفحہ ۴۳ ذہبی کے قلت کہنے پر امام ابو حنیفہ کو جرح سے بچانے کی کوشش میں نذر کردیتے ہیں۔"

(توبوا الی اللہ ص ۳۰)

قارئین' ملاحظہ فرمایئے "واتقواللہ" کی عبارت میں تو یہ الفاظ ہیں ہی نہیں کہ "جہاں ان کی بات ہوتی ہے وہ ناقابل اعتبار ہوتی ہے اب نہ جانے موصوف نے یہ الفاظ اور مفہوم کہاں سے برآمد کرلیا ہے۔

چنانچہ ادھر ادھر ہاتھ پیر مارنا ان کے لیے ناگزیر ہے۔ واتقواللہ کی عبارت میں صرف اتنا کہا گیا تھا "جہاں انکی اپنی بات ہوتی ہے وہاں اسکی وضاحت کردیتے ہیں" اس پر اس

تبصرے کا سرے سے اطلاق ہوتا ہی نہیں اب رہی ڈاکٹر عثمانی کی عبارت تو انہوں نے جس سیاق و سباق اور تناظر میں یہ بات کہی ہے کہ "سلف کی جرح کی شدت کو کم کرنے یا ختم کرنے اور اپنے عقیدہ کی حفاظت کے لیے....." اس سیاق و سباق میں تو بالکل درست ہے اور سیاق و سباق سے ہٹ کر بھی اکثر اس اصول کا اطلاق ہوتا ہے' لیکن اس سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ قلت کہکر جو بات بھی صاحب کتاب کہے وہ ہمیشہ اپنے عقیدہ کی حفاظت اور سلف کی جرح کی شدت کو کم کرنے کے لیے ہی ہو۔ موصوف اصول سے بے بہرہ ہیں تو ان کو پہلے کتب اسماء الرجال کا مطالعہ کرلینا چاہئے' لیکن افسوس تو اس بات کا ہے کہ لکھی ہوئی بات کو سمجھے بغیر ہی اس پر تبصرہ فرمانے کی کوشش کر ڈالتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں :۔

"حبل اللہ شمارہ ۱۳ کا پورا صفحہ ۴۳ ذہبی کے قلت کہنے پر امام ابوحنیفہ کو جرح سے بچانے کی کوشش میں نذر کردیتے ہیں۔"....(توبوا الی اللہ صفحہ ۳۰)

قارئین ! موصوف اگر عبارت کا مطالعہ پورے تسلسل کے ساتھ فرماتے' تو ان کو پتہ چلتا کہ کیا بات کہی گئی ہے اور کس حوالے سے کہی گئی ہے۔ موصوف کے گروہ کے پیر مرشد نے انتہائی سوقیانہ انداز میں اپنی کتاب الدین الخالص میں امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں گل افشانی فرمائی تھی کہ "..... اور خود ڈاکٹر عثمانی کی ٹیم کے ایک ممبر یعنی امام بخاری نے ان پر خود بھی جرح کی ہے...." (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو حبل اللہ ۱۳ ص ۴۲)

تو اس پر اسماء الرجال کی کتب کے حوالے سے ثابت کیا گیا کہ یہ ایک باطل پروپیگنڈا ہے اور ائمہ جرح کا یہ انداز آئمہ فن کے اصولوں کے صریحاً خلاف ہے۔ آئمہ فن رجال کا اصولی موقف بیان کیا گیا کہ

کلام الا قران بعضھم فی بعض لا یعبابہ' لا یلتفت کلام الاقران بعضھم فی بعض

(یعنی بعض ہمعصر آئمہ کی جرح و قدح بعض کے متعلق لائق توجہ نہیں ہوتی) (تفصیل حبل اللہ شمارہ ۱۳ ص ۴۳)

ہم نے مسلمہ کتب کے حوالے سے اصول و ضوابط پیش کیے تھے' کسی کی ذاتی رائے

نہیں لکھی، انصاف پسندی کا تقاضہ تو یہ تھا کہ اسماء الرجال کے اصول و ضوابط پر مبنی مدلل موقف کو تسلیم کر لیا جائے ورنہ بصورت دیگر اسکو اصول و قواعد کے خلاف ثابت کردکھائیں لیکن یہ نہ بھولیں کہ چاند پر تھوکنے کا نتیجہ کیا ہوتا ہے! اب یہ اور بات ہے کہ موصوف کو قواعد و ضوابط سے کوئی تعلق ہی نہیں ورنہ ان کی نظر سے حبل اللہ کے اسی صفحہ کی یہ عبارت اوجھل نہ ہوتی۔

"اس مضمون کی تفصیل اصول جرح و تعدیل کی کتابوں میں بالخصوص تاج الدین سبکی کی "قواعد الجرح والتعدیل" اور ابن عبدالبر کی "جامع بیان العلم" میں دیکھی جاسکتی ہے۔" (حبل اللہ شمارہ ۱۳ ص ۴۳)

معمولی علم و دانش والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ اصولی موقف ہے کسی کی انفرادی رائے نہیں، مگران مدافعین احمد کی تو بات ہی اور ہے یہ تو فقدان علم کے علی الرغم طعن و تنقید کا پہلو تلاش کرتے ہیں مگر پھر بھی ان کے ہاتھ کچھ نہیں آتا سوائے اپنی رسوائی کے۔ واتقواللہ میں مذکور ہمارا ریمارک ان پر خوب چسپاں ہوتا ہے کہ

...."ان کو نہ تو علم ہے نہ عربی زبان و ادب کا ذوق اور نہ فن و اصول سے کوئی واقفیت یا واسطہ!" (واتقواللہ۔ سوئم ص ۳)

ان کے پیر مرشد نے اپنی کتاب الدین الخالص میں فرمایا تھا کہ

"ذہبی نے تصریح فرمائی ہے کہ ابوحنیفہ شیعہ بھی ہیں" (الدین الخالص، ..... قسط

ہم نے حبل اللہ شمارہ ۱۳ کے صفحہ ۴۳ پر موصوف کی کذب بیانی اور افترا پردازی کو طشت ازبام کرتے ہوئے واضح کیا کہ یہ ذہبی کی بات نہیں بلکہ ابوالفضل سلیمانی کی بات ہے اور ذہبی نے "فبئس ماصنع" (اس نے جو کچھ کیا برا کیا) کے الفاظ میں اس کی تردید بھی کردی اور اس تبصرے سے براءت کا اظہار بھی کر دیا۔ اب دلچسپ بات یہ ہے کہ توبوا الی اللہ کے مؤلف کو شاید یہ بات بری طرح کھٹکی کہ ان کے رہنما کو دروغ گو اور افتراء پرداز ثابت کر دیا گیا، چنانچہ انہوں نے اس عبارت کو نقل کر کے ہم پر بے اصولی کا طعنہ داغ دیا، ملاحظہ فرمایئے: "اب معلوم نہیں کہ تنظیم عثمانی کی پہلی بات درست ہے یا آخری بات" (توبوا الی ص ۱۳)

تو اب موصوف کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہماری پہلی بات بھی صحیح ہے اور دوسری بھی یہ اور بات ہے کہ وہ اپنے ٹیڑھے زاویہ نگاہ اور علمی اصولوں سے قطعاً بے بہرہ ہونے کی بناء پر بات کو سمجھ ہی نہیں سکے تو ان کے حق میں پھر یہی بہتر ہو گا کہ آئندہ کے لیے اس جذبہ "سپہ گری" کا گلا ہی گھونٹ دیں۔

احمد بن حنبل اور تعویذات

قارئین ! آپ نے غور فرمایا کہ امامیہ گروہ کے یہ افراد شخصیت پرستی کے جنون میں اسقدر آگے بڑھ چکے ہیں کہ اپنے امام کو شاید معصوم عن الخطاء سمجھنے لگے ہیں اسی لیے ان کے خلاف آنے والی کسی بات کو بھی تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوتے بلکہ روز روشن کی طرح واضح شواہد اور ٹھوس علمی دلائل کو بے سوچے سمجھے بہ یک جنبش قلم رد کرنے کی سفیہانہ کوشش کر بیٹھتے ہیں خواہ بعد میں اپنی حماقت پر انہیں پچھتانا ہی کیوں نہ پڑے۔ ہم نے ٹھوس شواہد سے ثابت کیا تھا کہ احمد بن حنبل تعویذات کے قائل و عامل تھے یعنی تعویذ لکھا بھی کرتے تھے (مسائل احمد بن حنبل، فتاوٰی ابن تیمیہ، زاد المعاد وغیرہ)۔ اب یہ ان کی بے بسی کہ اپنے محبوب امام کو تعویذات کے شرک سے نہ بچا سکے البتہ اس الزام کی اہمیت و شدت کو کم کرنے کے لیے کچھ عجیب و غیر سنجیدہ اور طفلانہ انداز اختیار کیا ہے ذرا ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں

"امام احمد بن حنبل کو بھی تنظیم نے دو متضاد ڈیوٹیاں دیدیں ہیں

(توبوا الی اللہ ص ۳۱)

اور یہ دو متضاد ڈیوٹیاں انہوں نے اس طرح گنوائیں کہ امام احمد بن حنبل تعویذات کے قائل تھے اور تعویذات لکھتے بھی تھے لیکن ان کی کتاب مسند احمد میں تعویذات کے رد میں احادیث موجود ہیں جن کا ہم نے حوالہ بھی دیا ہے تو یہ ہیں موصوف کے نزدیک دو متضاد ڈیوٹیاں! اب اس طفلانہ تبصرے کے جواب میں تو اتنا بتا دینا ہی کافی ہو گا کہ مسند احمد میں صرف تعویذات کے رد اور مخالفت میں ہی روایتیں موجود نہیں بلکہ تعویذات کے اثبات اور جواز میں بھی روایات ہیں۔ اب یہ آپکے محبوب امام کی پسند ہے کہ انہوں نے تعویذات کے رد اور مخالفت میں آنے والی روایات پر تعویذات کے اثبات اور جواز میں آنیوالی روایات کو

ترجیح دے کر اپنے عقیدے اور عمل کی بنیاد بنایا اور آپ کے مسائل میں اضافہ فرمادیا۔ہاں، اب تو یہ بات شاید آپ کی سمجھ میں آجائے کہ دوغلی پالیسی دراصل آپکے امام صاحب کی رہی اور متضاد ڈیوٹیاں بھی انہوں نے خود ہی سنبھالیں۔ تعویذات کے رد اور جواز میں دونوں قسم کی روایات کا انبار لگا کر انہوں نے جہاں اپنے مخصوص نظریات و عقائد کا پرچار کیا وہاں اہل کتاب کی روش اختیار کر کے تلبیس حق و باطل کا حق بھی ادا کر دکھایا۔

موصوف "دوغلی پالیسی" اور "متضاد ڈیوٹیوں" کے الزام تراشی کے جوش میں اتنا آگے بڑھے کہ اب قرآن مجید پر بھی ہاتھ صاف کرنا شروع کردیا' چنانچہ فرماتے ہیں :

"ایک طرف ہاروت و ماروت فرشتے تھے دوسری طرف کفرو شرک یعنی جادو سکھایا کرتے تھے" (توبوا الی اللہ ص ۳۱)

قارئین موصوف عربی لغت اور علم القرآن میں بالکل ہی کورے ہیں چنانچہ آخرت سے بے خوف مولوی کی اندھی تقلید کا بری طرح شکار ہیں اور اس ظالم نے تو ہاروت و ماروت فرشتوں کو بعض کے کہنے پر شیطان بنا ڈالا۔ اس عنوان پر سیر حاصل بحث تو واتقواللہ سوئم میں کی گئی (ملاحظہ ہو ص ۲۷) لیکن ان "حضرات" کی جہالت اور آخرت سے بے خوفی کی نشاندہی کے لیے کچھ عرض کردینا ضروری ہے۔ پہلے سورہ بقرہ کی متعلقہ آیت کے مفہوم پر غور فرمائیں :

....واتبعوا ما تتلو الشیاطین علی ملک سلیمن و ما کفر سلیمن و لکن الشیاطین کفر و ایعلمون الناس السحر و ما انزل علی الملکین ببابل باروت و ماروت و ما یعلمان من احد حتی یقولا انما نحن فتنۃ فلا تکفر فیتعلمون منهما ما یفرقون بہ بین المرءوزوجہ و ماھم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ۔الخ (البقرہ : ۱۰۲)

ترجمہ : اور لگے پیروی کرنے اسکی جو شیاطین سلطنت سلیمانؑ کا نام لیکر پڑھا کرتے تھے حالانکہ سلیمانؑ نے تو کبھی کفر نہیں کیا بلکہ کفر کے مرتکب تو شیاطین ہوئے جو لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔ اور (اس کے بھی پیچھے لگے)

جو شہر بابل میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر نازل کیا گیا تھا۔ وہ دونوں (فرشتے)
کسی کو بھی یہ علم نہ سکھاتے تھے جب تک کہ اس سے یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو
محض آزمائش کے لیے بھیجے گئے ہیں لہٰذا تو کفر نہ کر' (پھر بھی) وہ (یہودی) ان
دونوں (فرشتوں) سے وہ علم سیکھتے تھے جس سے شوہر اور اسکی بیوی میں جدائی
ڈالدیں۔ اور وہ اسکے ذریعے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے سوائے اللہ کے
اذن سے.... الخ)

قارئین' موصوف کے مذکورہ تبصرہ پر آیت قرآنی کے مفہوم کی روشنی میں غور فرمائیں تو ان کے عالمانہ اعتراض کی حقیقت منکشف ہو جائے گی۔ قرآن کا نازل کرنے والا تو فرماتا ہے کہ "ہاروت و ماروت فرشتوں پر جو نازل کیا گیا تھا وہ کسی کو اس وقت تک نہ سکھاتے تھے جب تک کہ یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو محض آزمائش ہیں تم کفر نہ کرو۔"
کلام ربانی تو یہ ثابت کر رہا ہے کہ ان دو فرشتوں کا مشن لوگوں کو واضح کرنا تھا کہ جادو کرنا کفر ہے (یہ سلیمان علیہ السلام کا طریقہ ہرگز نہیں!) اس طرح اس آیت سے یہ بات بغیر کسی ابہام کے ثابت ہو گئی کہ ان فرشتوں کا مقصد نزول دین فروش یہودی علماء کے اس فریب کا پردہ چاک کرنا تھا نہ کہ کفر پھیلانا' معاذ اللہ!

ہم نے واتقواللہ سوئم میں اس مسئلہ کی خوب وضاحت کر دی ہے پھر بھی موصوف کا ملحدانہ ذہن اس منصوبہ ربانی کو تسلیم نہیں کرتا تو نہ کرے لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ یہ "حضرات" دیگر ملحدین و معتزلین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قرآن کا انکار بھی کرتے ہیں اور اس کے ماننے کا دعویٰ بھی' اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس ملحدانہ روش میں وقت کے بڑے بڑے ملحدوں کو پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ دراصل ان کے پاس اپنے اس گمراہ کن باطل نظریئے کے پیچھے ہے ہی کیا سوائے اپنے جیسے ملحد اسلاف کے اقوال اور انکی تفسیری موشگافیوں کے راہ حق سے منحرف ہو کر یہ انہی کے دام میں جکڑ لئے گئے ہیں اور ان کا یہی معیار رہ گیا ہے کہ انہی کے اقوال و تاویلات کی روشنی میں محکم وواضح آیات کو اپنے مخصوص نظریاتی معنوں کا لباس پہنا کر احادیث صحیحہ کے انکار کے لیے مواد فراہم کریں۔ الغرض' اگر یہ آیت

موصوف کے ذوق اور نظریئے کے خلاف ہے تو نہ مانیں، کون انہیں مجبور کرتا ہے لیکن الحاد اور تحریف کو حق ثابت کرنے کی احمقانہ کوشش سے باز رہیں ورنہ سوائے رسوائی کے کچھ ہاتھ نہ آئیگا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال اور احمد بن حنبل

قارئین، اس بات کا کہ احمد بن حنبل تعویذات کے قائل و عامل تھے ٹھوس اور نا قابل تردید ثبوت پیش کر دیا گیا ہے جو خود انکے بیٹے عبداللہ نے فراہم کیا ہے اس پر دیئے گئے دلائل کی تاب نہ لا سکے تو موصوف پھر اپنی پرانی روش کے مطابق کمال ہوشیاری و چالاکی سے مغالطہ آرائی اور خلط مبحث کا سہارا لینے لگے کہ کہیں مدافعتی مشن کا سرا ہاتھ سے نکل جائے، ام سلمہؓ کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں والی بخاری کی روایت اور اسماء بنتؓ ابی بکرؓ کے پاس نبی علیہ السلام کے کرتے والی روایات لا کر طعنہ زنی فرماتے ہیں :

"احمد بن حنبل پر تو آپ نے جرات دکھا دی اب ذرا درج ذیل روایات پر اپنی جرات دکھائیں ہم بھی دیکھیں کتنے بہادر ہیں" (توبوا الی اللہ ص ۳۲)

آگے جاکر اسی قسم کے الفاظ ص ۳۴ پر نظر آتے ہیں۔ حیرت کا مقام تو یہ ہے کہ جن دو روایتوں پر ہم سے جرات و بہادری کے ساتھ دو ٹوک الفاظ میں بے دھڑک موقف پیش کرنے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے اس پر خود کسی بھی قسم کی جرات و بہادری، دو ٹوک روش، بے دھڑک طرز عمل کا نمونہ پیش نہ کیا، آخر کیوں؟ کیا ان اوصاف کا ان کے یہاں یکسر فقدان ہے؟۔ قارئین، ذرا ہم آپکو ان کے گھر کے حالات دکھاتے چلیں جن سے یہ فی الحال آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں۔ ان کے اپنے امام احمد بن حنبل نبی علیہ السلام کے بالوں کو کس طرح رکھتے تھے، ملاحظہ ہو : احمد بن حنبل کے ابن عم حنبل بن اسحاق محنۃ الامام احمد بن حنبل میں لکھتے ہیں کہ (امام احمد بن حنبل کہتے ہیں)

"جب میں نے امیر المومنین کا حکم نامہ سنا تو میں سزا لینے کے لیے تیار تھا۔ انہوں نے شاہی فرمان کے مطابق میرے بدن سے قمیص اتار لی۔ قمیص میں گرہ دیکھ کر انہوں نے پوچھا یہ کیا ہے۔ میں نے جواب دیا یہ رسول اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کے بال ہیں۔ ابن الفضل بن ربیع نے مجھے ان کا عطیہ دیا تھا" (محنۃ الامام احمد بن حنبل' اردو احمد بن حنبل کا دور ابتلا ص ۸۰' ۸۱)

اب کوئی ان سے پوچھے کہ آپ کے امام ان بالوں کو کیوں اور کس لیے اپنے پاس رکھتے تھے اور ان کا کیا کرتے تھے' اور ان کی ان سے کیا نظریاتی وابستگی تھی؟ جواب دیں!۔

موصوف مزید گل افشانی فرماتے ہیں کہ :

"جرات' بہادری' تحقیق اور بے لاگ تنقید ان کے بس میں نہیں' یہ تو موہوم بے بنیاد اعتراضات کی آڑ میں انتہائی چابکدستی سے ایک ناواقف آدمی کے ذہن کو مسموم کرنے میں لگے ہوئے ہیں" (توبوا الی اللہ ص ۳۴)

موصوف کی "ناواقف آدمی کے ذہن...." والی بات بھی خوب رہی گویا کہ موصوف شاید اپنے آپ کو خود ہی واقفین میں شمار کرا رہے ہیں اور انکا ذہن "مسموم" نہیں ہے!۔ ان کی واقفیت کی چند مثالیں درج بالا سطور میں پیش کردی گئی ہیں اور کچھ واتقواللہ حصہ دوئم و سوئم میں دیکھی جا سکتی ہیں جن کے اعادے کی یہاں ضرورت نہیں۔ رہی بات جرات و بہادری کی..... تو یہ الفاظ نوک قلم پر آنے سے پہلے موصوف اور ان کے گروہ کو یہ سوچ لینا چاہئے تھا کہ ان کے امام جیسی قد آور شخصیات کو طواغیت کی صف میں کھڑا کرکے کافر قرار دے کر کفر بالطاغوت کا حق ادا کردینا نامردوں اور بزدلوں کے بس کی بات نہیں بلکہ یہ تو رب ذوالجلال کے وقار کے حامل اور ہمت وروں کا ہی حصہ ہے!۔ اور آج بھی ہماری سعی وجہد کا مقصد ان ظالموں کے چہروں کی نقاب کشائی کرنا ہے اور آپکا مشن ان طاغوتوں کا دفاع:

......الذین آمنوا یقاتلون فی سبیل اللہ والذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت فقاتلو اولیاء الشیطان......الخ

ترجمہ : جو مومن ہیں وہ اللہ کے لیے لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ طاغوت کے (دفاع کے) لئے لڑتے ہیں پس تم شیطان کے ہمنواؤں سے لڑو (اور خوف نہ کھانا) شیطان کی چال کمزور ہوتی ہے۔

کتاب 'مسائل احمد بن حنبل

ہم نے مسائل احمد کے مستند حوالے سے احمد بن حنبل نے تعویذات کا نسخہ درج کیا لیکن ان کو تو ماننا ہی نہیں بلکہ امام کا دفاع مقصود ہے چنانچہ شخصیت پرستی نے انہیں پور آنکھ نے اندھی حمایت اور دفاع کی خوردبین سے بزعم باطل ایک کمزوری دریافت کرنے کا کارنامہ سرانجام دیدیا اور اسکو بڑی شان اور طمطراق سے پیش کیا جا رہا ہے' ملاحظہ ہو :

"متن سے قبل حدثنا اور قال کے الفاظ آئے ہیں اور دونوں کے بعد دو دو نقطے ہیں جیسا کہ عکس سے ظاہر ہے۔ قال کا صیغہ تو عبداللہ کے لیے آیا ہے" حدثنا (ہم سے بیان کیا) بولنے والا معلوم نہیں کون ہے؟ نہ اس کا نام ہے نہ اتا ہے نہ پتہ عبداللہ بن احمد سے حدثنا کہکر جو راقم روایت کر رہا ہے وہ مجہول ہے لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے" (تجلی خان ۲۵)

قارئین ! ان کی جہالت کے اس عظیم شاہکار کی قلعی تو واتقواللہ حصہ سوئم میں کھولدی گئی تھی (ملاحظہ ہو صہ ۱۱'۱۲) لیکن یہ اپنی جہالت کو کس طمطراق سے پیش کرتے ہیں اسکی مثال بھی یہ آپ ہی ہیں۔ کیا یہ ذہنوں کو "مسموم" کرنے کی کوشش نہیں؟ ہم نے مستند حوالوں سے حدثنا بولنے والے کا "اتہ پتہ" بتلا دیا تھا لیکن حیرت ہے کہ تحقیق کا بھانڈا پھوٹ جانے پر بھی یہ غور نہ فرمایا کہ بے غیرتی و بے شرمی کے الفاظ کس پر چسپاں ہو رہے ہیں بلکہ اسی طرح ضد و ہٹ دھرمی کی روش پر اڑے ہوئے ہیں اور بے شرمی کا عالم دیکھئے کس ڈھٹائی سے گل افشانی فرماتے ہیں :

"موہوم و بے بنیاد اعتراضات کی آڑ میں انتہائی چابکدستی سے ایک ناواقف آدمی کے ذہن کو مسموم کرنے میں لگے ہوئے ہیں اسی لیے تو سیر اعلام النبلاء سے ہمیں حوالے دکھا رہے ہیں کہ حدثنا بولنے والا ابوبکر احمد بن جعفر القطیعی ہے" (توبوا الی اللہ ص ۳۴)

پھر اگلے صفحہ پر رقم طراز ہیں :

"ہاں یہ اٹل حقیقت ہے کہ حدثنا بولنے والا مجہول الحال ہے اس کا نہ اتہ
ہے نہ پتہ حدثنا کس کتاب میں مذکور ہے اور اس کو ثابت کرنے کے لیے سعی
ناتمام کہاں سے کی جا رہی ہے ابوبکر احمد بن جعفر التقیعی کا ترجمہ (حالات) سیر
اعلام النبلاء ہی میں دیکھ جائیں اس میں کہیں پر بھی اسکا ذکر موجود نہیں ہے جس
سے یہ بات پائے ثبوت کو پہونچ جاتی ہے کہ حدثنا بولنے والا مجہول
لایعرف ہے اور کتاب مسائل احمد میں بھی سرے ہی سے اس بات کا کہیں
بھی یہ ذکر تک موجود نہیں کہ حدثنا بولنے والا ابوبکر احمد بن جعفر التقیعی ہے
حالانکہ اصول اور قاعدے کے لحاظ سے اس پر ان کا نام ہونا چاہئے تھا مگر ایسا
ہرگز نہیں ہے اور یہی چیز اس کتاب کو مجہول قرار دیتی ہے" (توبوا الی اللہ ص ۲۵)

قارئین ! میں نہ مانوں کا تو کوئی علاج نہیں' ہم نے چار مختلف حوالہ جات یعنی تعلیقات سیر اعلام النبلاء' منہج الاحمد' طبقات حنابلہ اور الرسالہ مستطرفہ سے یہ بات ثابت کی تھی کہ عبداللہ بن احمد نے جو مسائل بیان کئے ہیں انکو روایت کرنے والا ابوبکر احمد بن جعفر التقیعی ہے' یہ متفق علیہ بات ہے اور دنیا کا کوئی محقق انشاء اللہ تعالٰی تا قیامت اس کو غلط ثابت نہیں کر سکتا!' اور کریگا بھی کیسے جبکہ حقیقت کو مستند حوالہ جات کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ یہ مدافعین لاکھ سر پٹکیں' ادھر ادھر کی ماریں' بے پر کی اڑائیں حقیقت کو تو تبدیل نہیں کر سکتے' البتہ اپنی جہالت و حماقت ہی کا پردہ فاش کرتے رہیں گے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے جو کچھ کیا ہے اس پر یہ خوش فہمی کا شکار تو ہو سکتے ہیں کہ لوگوں کو فریب دینے میں کامیاب ہو گئے لیکن یہ بدیہی حقیقت ہے کہ اپنی تحریروں سے اپنی جہالت' بے علمی کم ظرفی بلکہ ذہنی پسماندگی کو ہی طشت ازبام کرتے رہے ہیں کیونکہ تا مرد سخن نگفتہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ باشد۔ اس سلسلہ میں ہم قارئین کے سامنے ایک دلچسپ واقعہ پیش کریں گے جو موصوف کے "عالمانہ" اعتراض سے کافی مماثلت رکھتا ہے۔ منکرین حدیث کیونکہ احادیث کو نہیں مانتے اور اکثر و بیشتر لوگوں کو ان سے برگشتہ کرنے کے لیے کتب احادیث سے موضوع روایات لاکر لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک منکر حدیث نے دوران گفتگو

ہمارے سامنے ابن ماجہ کی وہ موضوع روایت پیش کی جس میں بکری کا قرآن کو کھانے کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ ہم نے جب اسماء الرجال کے حوالوں سے راوی کی حیثیت واضح کی، اور بتایا کہ یہ تو موضوع روایت ہے تو انہوں نے پینترا بدلا اور کہنے لگے کہ "جناب! حدیث تو ہم حدیث کی کتاب سے پیش کررہے ہیں اور آپ ہمیں دوسری کتابوں کے حوالے دے رہے ہیں!! اس منکر حدیث کے اس جواب پر ہم نے بس سر ہی پیٹ لیا۔ قارئین کچھ یہی صورتحال یہاں بھی درپیش ہے اور ایسا ہی انداز موصوف اور ان کے پیش کردہ اعتراض کا" کس معصومیت سے

فرماتے ہیں "حدثنا کسی کتاب میں مذکور ہے اور اسکو ثابت کرنے کے لیے سی تا تمام

کہاں سے کی جارہی ہے" (توبوا الی اللہ ص ۳۵)

اس سلسلہ میں موصوف کا دوسرا شذرہ بھی ملاحظہ فرمالیجئے فرماتے ہیں :

"خود ابوبکر احمد بن جعفر القطیعی کا ترجمہ (حالات) سیر اعلام النبلا میں دیکھ

جائیں اس میں کہیں پر بھی اس کا ذکر موجود نہیں ہے جس سے یہ بات پایۂ

ثبوت کو پہونچ جاتی ہے کہ حدثنا بولنے والا مجہول لا یعرف ہے۔" (توبوا الی اللہ ۳۵)

قارئین ! ان کی ہر بات دوسری سے بڑھکر ہے۔ عجیب طفلانہ انداز ہے کہ قطیعی کے ترجمے سیر اعلام النبلا میں اس کا ذکر نہیں تو گویا وہ بات کالعدم ہوگئی۔ ملاحظہ ہو، محقق موصوف کا اصول اور موقف کیا لاجواب ہے کہ جو بات سیر اعلام النبلا میں درج نہ ہو وہ پایہ ثبوت کو پہونچتی ہی نہیں! پھر موصوف لگے ہاتھوں یہ وضاحت بھی فرمادیں کہ کیا تاریخ وعلم رجال کا تمام کا تمام مواد سیر اعلام النبلاء میں آگیا ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر تو دوسری کتب رجال کی ضرورت ہی نہ رہی!۔ شخصیت پرستی نے ایسا بدحواس کردیا ہے کہ ان کی باتیں عجائب گھر کا اثاثہ معلوم ہوتی ہیں!۔

عود روح اور مقام ارواح کا فرق

آئیے موصوف کے اس شاہکار کا مزید جائزہ لیں۔ موصوف کو اپنے امام کے دفاع کی کہیں امید موہوم کی معمولی سی کرن بھی نظر آجائے تو آنکھیں بند کرکے اس سے چمٹ جاتے ہیں اور اسکو تقویت پہونچانے کی سرتوڑ کوشش کرتے ہوئے حقائق کو جھٹلانے سے بھی گریز

نہیں کرتے۔ اس کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو' فرماتے ہیں۔

"مسائل احمد کی رو سے احمد بن حنبل عقیدہ عود روح کے قائل نہ تھے اور قیامت سے پہلے مردہ کے جسم میں روح کے لوٹائے جانے کا عقیدہ نہیں رکھتے تھے" (توبوا الی اللہ ص ۳۶)

موصوف نے جس عبارت سے یہ استدلال فرمایا ہے وہ درج ذیل کی جاتی ہے :

"عبداللہ بن احمد نے کہا میں نے اپنے والد (احمد بن حنبل) سے ارواح موتیٰ کے متعلق دریافت کیا کہ کیا وہ اپنی قبر کی چھت کے نیچے ہوتی ہے یا فضاؤں میں ہوتی ہیں؟ یا جسم کی طرح مرجاتی ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" مومن کا نسمہ (روح) پرندہ ہوتا ہے جو جنت کے درخت پر رہتا ہے یہاں تک کہ یوم البعث (یعنی قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ اسے اس کے جسم میں واپس کردیگا۔" (توبوا الی اللہ ص ۳۶)

قارئین' ملاحظہ فرمایئے! عبداللہ بن احمد نے تو ارواح کے متعلق یہ دریافت کیا تھا کہ وہ کہاں رہتی ہیں' یعنی ارواح کے مستقر یا قیام گاہ کے بارے میں' اور احمد بن حنبل نے اسی کا جواب دیا۔ اس سے اصل مسئلہ کا کیا تعلق؟ ان "علامہ" صاحب کو شاید ابتک یہ نہیں پتہ کہ مسئلہ ارواح کے مستقر کا نہیں بلکہ احمد بن حنبل کے اس عقیدہ کا ہے کہ "..... ثم ترد فی الاجساد فی القبور فیسالون عن الایمان والتوحید" یعنی سوال و جواب کے وقت روح کو دنیاوی جسم میں لوٹایا جانا' رہا معاملہ ارواح کے مستقر کا تو یہ امر مسلمہ ہے کہ تمام عود روح اور حیات فی القبر کے قائلین عود روح کے عقیدہ میں باہم متفق و ہم خیال ہونے کے باوجود ارواح کی قیام گاہ کے موقف پر مختلف آلاراء ہیں۔ کوئی ارواح کا مستقر جنت و جہنم بتاتا ہے تو کوئی علیین و سجین۔ کوئی کہتا ہے کہ مومنوں کی ارواح جابیہ میں ہیں اور کافروں کی برہوت میں۔ کوئی کہتا ہے ارواح زمین و آسمان کے درمیان میں رہتی ہیں اور کوئی کہتا ہے کہ آزاد گھومتی پھرتی ہیں۔ بعض کے نزدیک مومنوں کی ارواح آدم علیہ

السلام کے دائیں طرف اور کافروں کی بائیں طرف رہتی ہیں اور کوئی کہتا ہے کہ ارواح قبروں کے صحنوں میں رہتی ہیں وغیرہ الغرض اس مسئلہ کے متعلق بے شمار اقوال و آراء ہیں اور انہی میں سے ایک احمد بن حنبل کا مندرجہ بالا قول ہے واضح رہے کہ روحوں کے مستقر کے بارے میں یہ سب اقوال عقیدہ عود روح کے حاملین ہی کے ہیں بلکہ ان کا موقف تو یہ ہے کہ سوال و جواب کے وقت روح کو اس جسم میں لوٹایا جاتا ہے اور بعد میں وہ اپنے مستقر میں چلی جاتی ہیں اور وہاں سے اسکا جسم سے تعلق قائم ہو جاتا ہے جسکی وجہ سے مردہ قبر میں عذاب و راحت محسوس کرتا ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ ارواح آتی جاتی رہتی ہیں' بس انکے یہاں اسی قسم کے گمراہ کن نظریات کی بھرمار ہے۔ تو اس طرح موصوف نے زور استدلال پر اپنے امام کو بچانے کی کوشش میں سب کو عود روح کے مشرکانہ عقیدے سے بچالیا اور ثابت کردیا کہ دنیا میں سرے سے کوئی بھی اس عقیدہ کا ماننے والا کبھی گذرا ہی نہیں۔ بہت خوب! آپ نے تو صحیح معنوں میں مشرکوں کی وکالت کا حق ادا کر دکھایا۔ اب آپ کی عبرت نگاہی کے لیے کچھ مزید ثبوت پیش کئے جاتے ہیں' ذرا ہوش گوش کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں۔ مشہور و معروف دیوبندی عالم ابوزاھد سرفراز صفدر سے آپ ناواقف تو نہ ہونگے اور یہ بھی جانتے ہونگے کہ وہ حیات و سماع فی القبر کے زبردست مبلغ ہیں اور تسکین الصدور اور سماع الموتیٰ نامی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کے یہاں آپکو عود روح اور ارواح کی قیام گاہ کے بارے میں تفاصیل مل جائیں گی۔ اس سلسلے میں انکا اقتباس ملاحظہ ہو' وہ فرماتے ہیں :۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جن دو قبروں پر کھجور کی ٹہنی دو حصے کر کے گاڑدی تھی وہ حسی قبریں اور گڑھے ہی تھے کیونکہ اس سے علیین اور سجین کا وہ برزخی مقام تو مراد نہیں جو مستقر ارواح ہے' کیونکہ ٹہنی کے دو حصے وہاں نہیں گاڑے گئے تھے" (تسکین الصدور ص ۸۹ طبع سوم ستمبر ۱۹۸۶)

یہ مسئلہ اس کتاب میں دیگر مقامات پر بھی بیان کیا گیا ہے۔ یہی عالم اپنی دوسری تصنیف میں رقم طراز ہیں :۔

"قرآن کریم' صحیح احادیث اور اجماع سے یہ بات ثابت ہے کہ آسمانوں میں فرشتے اور ارواح حضرات انبیاء علیہم السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام

جسد عنصری کے ساتھ بلکہ دیگر تمام مومنوں کی روحیں بھی انہی آشیانوں پر موجود ہیں۔" (احسن الکلام، جز ۲ ص ۱۹ طبع چہارم اگست ۱۹۹۲)

اس کے علاوہ موصوف اور انکے ہمنواؤں کی رہنما کتاب الدین الخالص میں تو اس موقف کو دو ٹوک الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے، ملاحظہ ہو :

"ہمارے نزدیک مرنے کے بعد روح جنت یا جہنم میں چلی جاتی ہے اور قیامت تک وہیں رہتی ہے" (الدین الخالص۔ دوسری قسط صفحہ ۲۳۲۔۲۳۳)

یہ بھی خیال رہے کہ الدین الخالص پہلی اور دوسری قسط حیات اور سماع فی القبر کے عقیدہ کی تائید و تبلیغ کیلئے لکھی گئی ہیں۔ یہ تو تھا دیوبندی اہل حدیث مکاتیب فکر کے عقائد و نظریات کا خلاصہ اب ذرا بریلوی مسلک کے موقف پر بھی نظر ڈال لی جائے۔ کنز الایمان میں سورۃ المومن میں فراعنہ کے صبح و شام آگ پر پیش کئے جانے والی آیات کی تفسیر میں لکھا ہے:

"اس میں جلائے جاتے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا فرعونیوں کی روحیں سیاہ پرندوں کے قالب میں ہر روز دو مرتبہ صبح و شام آگ پر پیش کی جاتی ہیں اور ان سے کہا جاتا ہے کہ یہ آگ تمہارا مقام ہے اور قیامت تک ان کے ساتھ یہی معمول رہیگا۔" (سورہ المومن۔ کنز الایمان۔ ترجمہ احمد رضا خان تفسیر محمد نعیم الدین مراد آبادی۔ طابع و ناشر ادارہ الفلاح)

ان اقتباسات کا انتخاب صرف اسی وجہ سے کیا گیا ہے تاکہ موصوف کو کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے کہ مستقر ارواح کے بارے میں یہ نظریہ رکھنے والے تقریباً" تمام مکاتیب فکر اعادہ روح یا حیات فی القبر کے عقیدہ ہی کے حامل ہیں۔ عند الطلب مزید حوالہ جات فراہم کئے جاسکتے ہیں، اب موصوف کے لیے لمحہ فکریہ ہے، کیا وہ یہ فیصلہ کرنے کی ہمت و جرات اپنے اندر پاتے ہیں کہ ان کے استدلال کی روشنی میں ارواح کے مستقر کے بارے میں درج بالا عقیدہ رکھنے والے سب کے سب عود روح کے عقیدہ سے بچ جائیں گے؟ نہیں، اور ہرگز نہیں، تو پھر انکا استدلال تو باطل ثابت ہوا اور اس سے اخذ کردہ نتیجہ ! احمد بن

حنبل کا دفاع) کالعدم ہو گا۔ ذرا موصوف ایک لمحہ کے لئے غور تو فرمائیں کہ انہوں نے اس بے تکے طرز استدلال کے ذریعے عود روح اور حیات فی القبر کا عقیدہ رکھنے والوں کا وجود ہی صفحہ ہستی سے مٹا دیا' یہ شخصی وقار کے دفاع میں کہاں سے کہاں پہونچ گئے ("از کجا تا بہ کجا"!!)

احمد کا عقیدہ رویت باری تعالیٰ

ذرا اور آگے بڑھیے' ہم نے حبل اللہ میں نشاندہی کی کہ قرآن و حدیث کے برعکس احمد بن حنبل اپنا نظریہ بیان فرماتے ہیں کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایات سے منقول ہے" (ملاحظہ ہو حبل اللہ ۱۱ ص ۳۱)۔ موصوف نے اس کا انکار کیا ہے اور صرف یہ کہکر جان چھڑالی ہے کہ "کہاں ثابت ہے؟" (تجلی خان ص ۲۰)

یہ تو ایسی ہی بات ہے کہ سورج سے آنکھ بند کر کے کوئی کہے کہ کہاں ہے سورج!۔ اس پہلو پر مزید گفتگو کرنے سے قبل مناسب ہو گا کہ ان کی فریب کارانہ روش کی کچھ نشاندہی کر دی جائے۔

قارئین' ملاحظہ کیجئے کہ اپنے محبوب امام کا دفاع کرنے کے لئے کیا انداز اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے تو نمایاں طور سے عنوان جمایا "رب کا دیدار" تاکہ دیکھنے والا مرعوب ہو جائے کہ اس کے بعد اس الزام کے رد میں دلائل پر دلائل لا کر صفحات سیاہ کر دیئے جائیں گے!' لیکن قاری کی امیدوں پر پانی پھیرتے ہوئے صرف اتنا لکھ کر گویا فارغ ہو گئے :

"امام احمد بن حنبل پر ایک نہیں ان گنت الزامات تنظیم عثمانی کے ہیں...." (توبوا الی اللہ ص ۳۷)

ہمارے مضامین (حبل اللہ' واتقوا اللہ) کا مطالعہ کرنے والے گواہ ہیں کہ ہم نے تو مصدقہ اور مسلمہ شواہد کی بنیاد پر موصوف کے امام کے عقیدہ کی چند خرابیوں کی نشاندہی معہ ثبوت کی ہے یعنی عقیدہ عود روح جو قبر پرستی کی شکل میں اس امت میں بت پرستی کی بنیاد بنا' دوسرا تعویذ گنڈے کا شرک اور تیسرا درج بالا "رویت رب" کا نظریہ "ان گنت" کے الفاظ تو ہم نے کہیں بھی استعمال نہیں کئے۔ ممکن ہے ان کے بے لگام قلم نے شدت جذبات میں کچھ

ان "خدشات" کا اظہار کر دیا ہو جو ان کے تحت الشعور میں چھپے ہوئے ہوں!۔ اب آیئے ذرا زیر بحث مسئلہ پر غور کر لیں۔ ہم نے حبل اللہ نمبر۱ میں بھرپور دلائل بمعہ حوالہ جات احمد بن حنبل کے عقائد کی تحقیق پیش کی تھی لیکن حق کو تسلیم کرنے میں عقیدت کا غلو بڑی شدت سے مانع ہے اور یہ لوگ اندھی عقیدت کا اس بری طرح شکار ہیں کہ ہر مدلل بات کو بغیر تحقیق اور غور و فکر کے رد کرنے کی کوشش کر ڈالتے ہیں خواہ بعد میں حقیقت حال منکشف ہونے پر انہیں پچھتانا ہی کیوں نہ پڑے!

دراصل ٹھوس دلائل پر مبنی مشہور تاریخی حقائق و شواہد کو جھٹلانا اور "من گھڑت" اور "واہیات" قرار دے کر جان چھڑانے کی کوشش کرنا غیر سنجیدہ، غیر ذمہ دار اور یوم حساب کی پکڑ سے بے نیاز شخص یا گروہ کیلئے آسان ہے کیونکہ اس کے لئے جان جوکھوں میں ڈال کر تحقیق و تدقیق کے صبر آزما مرحلہ سے گذرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ موصوف اس قسم کی روش اختیار کر کے اپنے نفس اور ہم ذوق افراد کو فریب دینے میں کامیابی حاصل کر سکیں گے لیکن علمی تحقیق کا ذوق رکھنے والے ان کے پر فریب ہتھکنڈوں سے ذرا بھی متاثر ہونے سے رہے!۔ حبل اللہ اور واتقو اللہ کا مطالعہ کرنیوالوں نے دیکھ لیا ہے کہ احمد بن حنبل کے عقائد کو پوری تحقیق کے بعد ٹھوس دلائل سے پیش کیا گیا ہے، یہاں ادھر ادھر کی باتوں کی ذرا بھی آمیزش نہیں ہے اور نہ ہی کوئی بات اپنی طرف سے کہی گئی ہے۔ اب اس کی تردید کا حوصلہ ہے تو پوری تحقیق کے بعد دلائل کے ساتھ بات کی جائے۔ افسوس کہ ہمارے مشورہ سے اعراض کرتے ہوئے اپنے مرشد کا انداز اپنا کر لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کی ہے، فرماتے ہیں:۔

> "دعویٰ تو یہ پیش کرتے ہیں کہ احمد بن حنبل بد عقیدہ اور مشرک تھے اور دلیل یہ ہم سے مانگتے ہیں یعنی الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے؟ دلیل مدعی پر ہوتی ہے۔
> ۔۔" (توبوا الی اللہ ص نمبر ۳۸)

قارئین: ذرا غور فرمائیں کہ موصوف نے رنگ آمیزی اور مغالطہ آرائی کا کیسا مولویانہ انداز اختیار کیا ہے، بات کو غیر موثر ثابت کرنے اور یہ بتانے کی کوشش کی ہے گویا

کہ ہم نے کوئی بات بغیر دلیل کہدی ہے جس پر موصوف طعنہ زنی فرما رہے ہیں!۔ آنکھوں میں دھول جھونکنے والی بات ہے۔ حبل اللہ میں ہم نے احمد بن حنبل کا نظریہ رویت رب ثبوت کے ساتھ پیش کیا تھا کہ یہ قطعاً" غلط ہے اور تائید میں دلیل بھی پیش کی، جس کی تفصیل حبل اللہ میں دیکھی جا سکتی ہے (حبل اللہ نمبر ۱۔ صفحہ ۳۱)

موصوف نے اسکو بہ یک جنبش مسترد کر دیا، صرف یہ کہکر کہ "سلسلہ سند درست نہیں ہو سکتا"۔ چنانچہ واتقوا اللہ میں اس امر کی نشاندہی کی گئی تھی کہ مدلل بات کو رد کرنے کیلئے تر دیدی دلیل کی ضرورت ہوتی ہے' تو یہ تھی وہ بات جس کو موصوف نے افسانہ بنایا اور درج بالا فقرہ بے محل چسپاں کر ڈالا۔ اب کوئی ان سے پوچھے کہ ہم نے کہاں کہا ہے کہ "احمد بن حنبل کو کافر ہم کہتے ہیں اور اس کی دلیل آپ فراہم کریں!!"۔ ایں چہ بوالعجبی ست!!

موصوف کے جواہر پارے عجائب خانہ کے نوادرات سے کم نہیں! اصل میں طاغوت کی محبت و عقیدت کے غلو نے غور و فکر کی صلاحیت ہی ختم کر دی ہے' اسی لئے اس قسم کے فقروں یا اپنے جیسے معتقدین کے اس قسم کے اقوال مثلاً "" اسکی نسبت احمد بن حنبل کی طرف مشکوک ہے" کو سہارا بنا کر جان چھڑانیکی کوشش کرتے ہیں۔ (توبوا الی اللہ ص ۴۰)

قارئین 'ان کے ہیر پھیر اور احمقانہ انداز کے چند اور نمونے ملاحظہ کیجئے' فرماتے ہیں:

> "امام احمد بن حنبل سے مشکوک روایات تو ان کو فوراً" نظر آجاتی ہیں مگر امام بخاری کی روایات پر اندھے بن جاتے ہیں۔ آئے ہم ان کی توجہ امام بخاری کی طویل روایت کے اس حصہ کی طرف دلاتے ہیں"۔ (توبوا الی اللہ ص نمبر ۳۸)

پھر موصوف صحیح بخاری کی ایک روایت نقل کرنے کے بعد بڑی شان بے نیازی سے گل افشانی فرماتے ہیں:

> "احمد بن حنبل کی ناجائز گرفت کرنیوالے امام بخاری کے بارے میں بھی کچھ اچھے خیالات سے مستفیض فرمانا پسند کریں گے؟" (توبوا الی اللہ ص نمبر ۳۹)

احمقانہ اور بے تکی بات کو کارنامہ سمجھ کر جس طمطراق سے پیش کرتے ہیں یہ بھی انہی کا

حصہ ہے۔ بات ہو رہی تھی احمد بن حنبل کے نظریہ کی کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کو دیکھا" اس کے جواب میں موصوف صحیح بخاری کی روایات درج کرنے لگ گئے۔ ہم نے مسند احمد کی روایات تو پیش نہیں کیں جس کے مقابلے اور جواب کیلئے یہ بخاری کی روایات پیش کرنے لگے۔ مسئلہ عقیدہ و نظریئے کا ہے نہ کہ محدثین کی جمع کردہ روایات کا' شاید موصوف اس بات سے آگاہ نہیں کہ مسند احمد میں کیا کچھ جمع کر دیا گیا ہے!! ورنہ اسطرح بخاری کی روایات تقابل کیلئے پیش کرنیکی جرات نہ کرتے!۔

حدیث اور عام خبر کا فرق

موصوف نے واتقواللہ کے کچھ اقتباسات پیش کر کے تنقید فرمائی ہے' ملاحظہ ہو:

> "شروعات میں جب احمد بن حنبل کا مسئلہ اٹھا تنظیم عثمانی والے بضد تھے کہ خط کے لئے سند نہیں دیکھی جاتی سند کا تعلق فقط احادیث کیلئے ہے کسی اور کے اقوال کیلئے نہیں اور یہی وجہ ہے کہ واتقواللہ حصہ اول میں سعید احمد صاحب نے خط کی سند پر اعتراض کو مسترد کرتے ہوئے لکھا......" توبوا الی اللہ ص نمبر ۴۲)

اس کے بعد موصوف نے واتقواللہ حصہ اول کا اقتباس پیش کیا ہے پہلے اس پر نظر ڈال لیں:

> "دراصل "حنبل دفاع" تحریک کے اٹھانے والوں نے کم علم لوگوں کو فریب دینے کیلئے عام خبر کو حدیث کی حیثیت دینے کی کوشش کی ہے تاکہ اس خود ساختہ اصول کو اپنے دفاعی مقصد کے لئے استعمال کریں' لیکن وہ اس امر مسلمہ کو کیسے جھٹلائینگے کہ حدیث کی اصطلاح تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل اور تقریر کے لئے مخصوص ہے جبکہ خبر کوئی بھی تاریخی واقعہ یا کسی کا قول ہو سکتی ہے۔ اس طرح ہر حدیث ایک قسم کی خبر ضرور ہے لیکن ہر خبر حدیث نہیں یہی محدثین کا کہنا ہے۔ للذا احمد بن حنبل کا یہ خط صرف ایک خبر ہے"۔ (واتقواللہ از سعید احمد شاہ کردہ انعام اللہ خان)

قارئین 'ذرا اقتباس غور سے پڑھیں اور پھر ان کی تنقید کا جائزہ لیں' موصوف نے کیسی بددیانتی کا ثبوت دیا ہے 'بغیر رائی کا پہاڑ بنانے کی کوشش کی ہے۔ اس عبارت میں یہ الفاظ تو سرے سے ہیں ہی نہیں کہ خط کے لئے سند نہیں دیکھی جاتی۔ یہاں تو صرف یہ کہا گیا ہے کہ عام خبر اور حدیث میں نمایاں فرق ہے۔ اصطلاح حدیث تو نبی علیہ السلام کے قول و فعل اور تقریر ہی کیلئے مخصوص ہے جبکہ خبر کوئی بھی تاریخی واقعہ یا کسی کا بھی قول ہو سکتا ہے۔ للذا ہر حدیث ایک قسم کی خبر ضرور ہے لیکن ہر خبر حدیث نہیں۔ اسی لئے تو عام خبر اور حدیث میں نمایاں امتیاز اور فرق ہمیشہ پیش نظر رکھا گیا ہے اور اسی وجہ سے علم حدیث اور تاریخ دو الگ مقام و حیثیت رکھتے ہیں۔ تو یہ ہے اقتباس کا مفہوم و مقصد لیکن موصوف کی کرشمہ کاری ملاحظہ ہو کہ بے رائی کا پہاڑ بنا کر کیسی دیانتداری اور کونسی دینداری کا نمونہ پیش کیا

"اس اقتباس سے ثابت ہوا کہ انکے نزدیک جرح و تعدیل صرف علم حدیث میں استعمال ہوتا ہے عام خبر میں اس کی قطعاً ضرورت ہے ہی نہیں" توبوا الی اللہ ص نمبر ۴۳)

اسی کو تو کہتے ہیں چوری اور سینہ زوری واتقوا اللہ کے اقتباس میں تو جرح و تعدیل اور سند کا ذکر ہے ہی نہیں لیکن تنقید و تنقیص کا مقصد حاصل کرنے کے لئے سیدھی سی عبارت کو اپنے معنی کا لباس پہنا کر جو چیز عبارت میں ہے ہی نہیں اسکو ثابت کر دکھایا' یہ مغالطہ آرائی اور دھوکہ دہی کی بدترین مثال ہے۔

اسی طرح واتقوا اللہ حصہ دوئم میں تلقوا بالقبول کی بحث کو اپنے ٹیڑھے زاویہ نگاہ کے ذریعہ کیا سے کیا بنا دیا ہے ملاحظہ ہو:

"ایک طرف تو کہتے ہیں کہ احمد بن حنبل کا خط صرف ایک خبر ہے اور اس کو حدیث کی حیثیت دینے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے مگر دوسری طرف اسکو حدیث کی حیثیت دے کر فرماتے ہیں کہ جس طرح بخاری و مسلم کو تلقتهما بالقبول کا مقام حاصل ہے اسی طرح احمد بن حنبل کے خط کو تلقوها بالقبول کا مقام حاصل ہے' حلانکہ ' تلقتهما بالقبول تو بخاری و مسلم کا

معاملہ ہے جو کہ علم حدیث کی بات ہے اور احمد بن حنبل کے خط کو تو پہلے انھوں نے اسے بالکل جدا چیز مان لی تھی اب یہ خط یعنی ایک عام خبر حدیث کے مساوی کیسے ہو گیا کہ اس پر تلقوھا با لقبول کی اصطلاح فٹ کر رہے ہیں؟۔ ایک عام خبر کو بخاری و مسلم کے برابر کا درجہ اور حیثیت کس طرح حاصل ہے؟ کیا یہ تضاد بیانی نہیں؟ (توبوا الی اللہ ص ۴۳۔ ۴۴)

قارئین' اس اقتباس میں دو باتیں کہی گئی ہیں جن میں سے ایک یعنی حدیث اور عام خبر کے فرق کے بارے میں ہے جس کی وضاحت تو اوپر کی سطور میں کردی گئی ہے کہ علماء فن نے ہمیشہ ہی ان کو الگ مقام دیا ہے۔ اب رہی تلقوھا با لقبول والی بات تو ذرا واتقو اللہ دوئم ص نمبر ۳۴ کی عبارت پر نظر ڈال لیں جس پر درج بالا تبصرہ کیا گیا ہے۔ وہاں تو صاف طور سے یہ بتایا گیا ہے کہ یہ ایک عام اصطلاح ہے جو رواۃ اور روایات کیلئے استعمال کی جاتی رہی ہے۔

ہماری اس اصولی بات سے یہ نتیجہ اخذ کرلینا کہ کسی خبر کی مقبولیت کے اظہار و اثبات کیلئے علم روایت کی اصطلاح استعمال کرنے سے اس خبر کا درجہ حدیث کے مساوی ہو گیا' تو یہ ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ کے مترادف ہے اور شدید جہالت ہے!۔ واتقو اللہ دوئم میں تو اتنی بات کہی گئی تھی کہ یہ عام اصطلاح ہے جو رواۃ اور روایات کے لئے استعمال ہوتی رہی ہے لیکن اس کے یہ معنی تو نہیں ہوتے کہ یہ کسی اور خبر کے لئے استعمال ہی نہیں ہو سکتی! جس طرح ابن تیمیہ نے ایک عام خبر کیلئے اس کو استعمال کیا ہے اس طرح مختلف کتب میں اس کو بکثرت استعمال کیا گیا ہے۔ کسی اصولی بات کو سمجھے بغیر اس پر رائے زنی کر کے فیصلہ صادر فرمادینا کہاں کی دانشمندی ہے؟ ان کے تبصرے میں ان کی یہ بات ذرا قابل غور ہے:

"حالانکہ تلقتھا با لقبول تو بخاری و مسلم کا معاملہ ہے جو کہ علم حدیث کی بات ہے" (توبوا الی اللہ ص نمبر ۴۴)

موصوف کی اس عبارت سے یہ بات عیاں ہے کہ انھوں نے علم حدیث اور عام خبر کے امتیازی فرق کو تسلیم تو کر لیا ہے' اب یہ اور بات ہے وہ اپنی کہی ہوئی بات کو خود ہی نہ سمجھ

پائیں یا اس سے عمداً" چشم پوشی فرمائیں ۔اس سلسلے میں موصوف مزید رقم طراز ہیں:

"ایک طرف کہتے ہیں کہ امام بخاری نے صرف روایات نقل کی ہیں اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا۔۔۔۔۔ دوسری طرف دعویٰ ہے کہ جس کو امام بخاری منکر الحدیث کہے اس کی روایت بیان کرنا جائز نہیں۔" (توبوا الی اللہ صفحہ ۴۶)

قارئین! ہم علم حدیث کے اصول پیش کرتے ہیں' ماہرین فنون کے اقوال و اقتباسات کی روشنی میں اور یہ ان کو ہماری بات کہہ کر رد کرنیکی کوشش کرنے لگ جاتے ہیں' ذرا غور فرمائیے' ایک طرف تو بخاری کی کتب تاریخ میں درج دوسروں کے اقوال ہیں تو دوسری طرف امام بخاری کا واضح ثبوت کے ساتھ کسی کو منکر الحدیث کہنا' کیا یہ دونوں چیزیں مساوی حیثیت کی ہیں کہ یا تو دونوں کو مانا جائے یا دونوں کا انکار کیا جائے؟؟۔ کیسے کیسے شگوفے چھوڑتے ہیں یہ لوگ ملاحظہ ہو۔

"اب ان لوگوں کی کس بات کو صحیح تسلیم کیا جائے اور کس کو غلط؟"

(توبوا الی اللہ ص نمبر ۴۶)

اب ان نادانوں کو کون سمجھائے کہ ہماری دونوں باتیں صحیح ہیں اور یہ آئمہ فن کے اصولوں پر مبنی ہیں البتہ دیکھنے کیلئے نگاہ حق بیں درکار ہے اور قبول حق کیلئے خشیت الٰہی کا حامل قلب و ذہن مطلوب ہے۔ اور ساتھ ہی علم و فن کا شعور اور اس سے آگاہی بھی!۔ اور اگر انہی کا فقدان ہے تو اندھیروں میں بھٹکنے اور ادھر ادھر کی مارنے کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہوگا

جارح اور ناقل کا فرق

موصوف فرماتے ہیں:

" اگر امام بخاری کسی کو منکر الحدیث کہے تو اس کی روایت بیان کرنا جائز نہیں اور جس کے لئے امام بخاری مشرک ہونیکا قول لائے تو اس کا کیا عالم ہوگا۔" (توبوا الی اللہ صفحہ ۴۷ - ۴۶)

قارئین' ان علامہ صاحب کے اعتراض کہ مشرک ہونے کا قول لائیں۔۔۔" پر تو حبل اللہ شمارہ ۱۳ میں ص ۴۳ پر خاصی مفصل و مدلل بحث معہ حوالہ جات کردی گئی ہے اس کے اعادہ کی چنداں ضرورت نہیں' اور یہ اصول بھی اظہر من الشمس ہے کہ امام بخاریؒ فن

رجال کے ماہر کی حیثیت سے ٹھوس ثبوت کی بنیاد پر کسی کو منکر الحدیث کہیں تو انکی جرح کو بغیر تردد و شک و شبہ کے تسلیم کیا جائیگا' البتہ اگر وہ اپنی کتب تاریخ میں کسی قسم کا قول لائیں تو اسکی ذمہ داری امام بخاری پر نہ ہو گی بلکہ صاحب قول پر ہی ہو گی۔ اپنے شاگرد کے استفسار پر امام بخاریؒ نے اس بات کی تائید اور وضاحت بھی کر دی ہے۔ ان کے شاگرد محمد بن ابی حاتم الوراق کہتے ہیں :۔

> "میں نے امام بخاری کو کہتے سنا کہ قیامت کے دن مجھ سے جھگڑنے والا کوئی نہ ہو گا تو میں نے ان سے کہا کہ بعض لوگ آپ پر ملامت کرتے ہیں کہ آپ نے اپنی تاریخ کی کتابوں میں لوگوں کی غیبت بیان کی ہے۔ امام بخاری نے جواب دیا کہ میں نے اپنی کتابوں میں محض روایات نقل کی ہیں اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا"۔ (سیر اعلام النبلا' مقدمہ فتح الباری۔ بحوالہ حبل اللہ ۱۳۔ ص ۴۲)

امید ہے کہ موصوف کو اب اس بات کو تسلیم کرنے میں تردد نہ ہو گا کہ کتب رجال میں اقوال کا ذمہ دار صاحب قول ہوتا ہے نہ کہ کتاب کا مؤلف' ہاں اگر مؤلف اصول اور فن کے لحاظ سے کسی قول پر اپنی رائے پیش کرے تو اس کا یقیناً" وہ خود ہی ذمہ دار ہو گا اور اسی لحاظ سے اسکی حیثیت کا تعین کیا جائیگا۔ یہ بھی ذہن میں رہے کہ اگر کوئی محدث اپنی تاریخ میں کوئی قول پیش کرتا ہے تو اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ وہ خود اس موقف کا حامل ہے کیونکہ کتب رجال میں تو توثیق و تضعیف دونوں قسم کے اقوال پیش کئے جاتے ہیں۔ علمی میدان میں طبع آزمائی سے قبل بنیادی نکات کو سمجھ لینا اشد ضروری ہے' کاش موصوف اس کا احساس پیدا کر لیں ۔

محدثین اور ارجاء کا الزام

یہ چیز باعث حیرت ہے کہ موصوف دیگر مسلک پرستوں کی روش اپنا چکے ہیں اور انہی کی اتباع کرتے ہوئے اب اس کوشش میں ہیں کہ اگر احمد بن حنبل کو مشرکانہ عقائد سے بری نہ کرا سکیں تو کم از کم دیگر آئمہ کو ہی ممکنہ حد تک اسمیں ملوث کرا لیں' چنانچہ اس کوشش میں

اتنا آگے بڑھ گئے ہیں' فرماتے ہیں:

"مزید یہ کہ امام بخاری نے امام ابو حنیفہ کو مرجیہ کہا"

"لفظ مرجیہ محدثین کی نگاہ میں بد ترین گمراہ لوگوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے" (توبوا الی اللہ ص نمبر ۴۷)

موصوف کا کتابچہ اسی قسم کے تحقیقی نوادرات سے آراستہ ہے' علمی اصول و دلیل سے ان کو کوئی سروکار نہیں' اہل حدیث مسلک پرستوں کے چھوڑے ہوئے شگوفے ہی ان کا سہارا ہیں اور انہی کی گردان کر رہے ہیں بلکہ اس میں ایسے غرق ہیں کہ ان کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے!۔ باطل استدلال میں زور پیدا کرتے ہیں اور لوگوں کو فریب دینے کیلئے کیسی رنگ آمیزی کی ہے اور کس طرح مغالطہ آفرینی سے کام لیا ہے بس یہ انہی کا حصہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ "لفظ مرجیۂ محدثین کی نگاہ میں بد ترین گمراہ لوگوں کے لئے استعمال ہوتا ہے" (توبوا الی اللہ ص نمبر ۴۷)

اب ان کی جہالت و حماقت اور فریب کا پردہ چاک کرنے کے لئے لفظ "ارجاء" کی مختصر تحقیق پیش کی جاتی ہے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ اس لفظ کا اطلاق کس پر اور کس طرح کیا جاتا ہے:۔

الارجاء يطلقه المعتزلة القائلون بتخليد صاحب الكبيرة فی النار علی اهل السنته و الجماعته' لانهم لا يقطعون بعقاب الفساق الذين يرتكبون الكبائر' ويفوضون امرهم الی الله ان شاء عذبهم' و ان شاء غفر لهم۔

و يطلقه المحدثون علی من لا يقول بزيادة الايمان ولا نقصانه' ولا يقول بدخول العمل بحقيقته الايمان و مسماه' وهو مذهب ابی حنيفة و الجلة من العلماء وهم يعتنون بالاعمال' ويحرضون عليها' ويفسقون من ضع شيئا" منها' ويرجون امر العصاة الذين يرتكبون

الکبائر الی اللّٰہ ان شاء عذبہم' وان شاء غفر لہم۔

و یطلقہ الجمہور علی الطائفتہ المذمومتہ المتہمتہ فی دینہا التی تقول:الا یمان ھو المعرفہ' وما سوی الایمان من الطاعات' وما سوی الکفر من المعاصی غیر ضار ولا نافعتہ۔ ومن کان من ھذا القبیل' فھو مرفوض الروایتہ ولا کرامتہ. (تعلیقات سیر اعلام النبلاء ج ۵۔ ص نمبر ۴۳)

فان الا رجاء الذی یطلقہ المحدثون علی من لا یقول بزیاد الایمان و نقصانہ' ولا بدخول العمل فی حقیقتہ' لیس بطعن فی الحقیقتہ علی ما لا یخفی علی المھرۃ النقاد' (تعلیقات سیر اعلام النبلاء ج ۹۔ ص ۷۹)

ترجمہ : معتزلہ جو گناہ کبیرہ کے مرتکب کے جہنم میں خلود (ہمیشہ رہنے) کے قائل ہیں' ارجاء کا اطلاق اھل السنہ والجماعہ پر کرتے ہیں کیونکہ وہ۔(یعنی اھل السنہ و الجماعۃ) گناہ کبیرہ کے مرتکب فاسق لوگوں کا معاملہ منقطع نہیں کرتے اور ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کرتے ہیں' چاہے تو انھیں عذاب دے اور چاہے معاف فرمادے۔"

"اور محدثین ارجاء کا اطلاق ان پر کرتے ہیں جو ایمان میں کمی و زیادتی ہونے اور عمل کے حقیقت ایمان اور اس کی مسمیات میں داخل ہونے کے قائل نہ ہوں اور یہی مذہب ہے ابو حنیفہ اور جلیل القدر علماء کا اور وہ اعمال میں آگے بڑھنے والے' اسکی ترغیب دینے والے ہیں اور جو اعمال میں کمی کرے اس کو فاسق قرار دیتے ہیں اور وہ کبائر کے مرتکب گناہگاروں کے معاملہ کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں چاہے وہ انھیں عذاب دے اور چاہے معاف فرما دے"

"اور جمہور ارجاء کا اطلاق اس مذموم گروہ پر کرتے ہیں جو اپنے دین کے معاملہ میں متہم ہے اور جو یہ کہتا ہے کہ ایمان صرف معرفت کا نام ہے' اور

ایمان کے علاوہ اعمال صالحہ اور کفر کے علاوہ گناہ نہ نقصان دہ ہیں نہ فائدہ مند۔ اور جو لوگ اس قسم کے ہوں ان کی روایات نا قابل قبول ہیں اور نہ ہی وہ قابل تکریم ہیں۔ (تعلیقات سیر اعلام النبلاج نمبر۵ ص۷۳)

"تو محدثین ارجا کا اطلاق ان پر کرتے ہیں جو ایمان میں کمی' زیادتی کے قائل نہ ہوں اور یہ کہتے ہوں کہ عمل ایمان کی حقیقت میں شامل نہیں اور فی الحقیقت یہ بات قابل طعن نہیں' جیسا کہ ماہر ناقدین پر مخفی نہیں اور یہی مذہب ہے متعدد جلیل القدر علماء کا" (تعلیقات سیر اعلام النبلا' ج۹ ص۱۰)

درج بالا سطور سے یہ بات واضح ہو گئی کہ محدثین کے نزدیک محض مرجیہ کی اصطلاح بد ترین گمراہ لوگوں نے لئے نہیں۔ موصوف خود تو لفظ ارجاء کے مفہوم سے نا آشنا ہیں اور باطل موقف کی تائید کے لئے فریب کارانہ انداز میں محدثین کے کاندھے کا سہارا ضروری سمجھتے ہیں کیونکہ بغیراس کے ان کو اپنی دال گلتی نظر نہیں آتی۔ آگے فرماتے ہیں:

"یہ امام بخاری کا اپنا فتوی ہے براہ راست امام ابوحنیفہ پر.... اس بارے میں جرات مند مفتیوں کی زبانیں کیوں گنگ ہیں؟" (توبو الی اللہ ص ۴۷)

محترم۔ بالا سطور میں واضح کر دیا گیا کہ مرجیہ کس پائے کا فتوی ہے' پھر امام بخاری اور امام ابو حنیفہ کی حیثیت بھی مسلم ہے تو اس قسم کے اقوال کو اہمیت دینے اور ان پر دوسروں کو رائے زنی کی کیا ضرورت ہے؟ شخصیات کی مدافعت تو مسلک پرستوں اور شخصیت پرستوں کا درد سر ہے۔ اعلی نصب العین اور مشن کے لئے کام کرنیوالے ایمانیات اور عقائد پر علمی اصولوں کے تحت گفتگو کرتے ہیں' اللہ کے سچے دین کی حتی الوسع حفاظت اور طواغیت کی نشاندھی اور ان سے برات کے اعلان کو دینی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔ رہا اس نوعیت کے اقوال کا معاملہ تو یہ قابل التفات نہیں کیونکہ ایسے تنقیدی اقوال سے بڑی سے بڑی شخصیات نہیں بچیں' اس پر حبل اللہ نمبر ۱۳ میں کافی روشنی ڈالی گئی ہے ملاحظہ ہو حبل اللہ نمبر ۱۳' ص نمبر ۴۳

قارئین' ان گذراشات کی روشنی میں موصوف کے اٹھائے ہوئے درج بالا شوشہ کی

کوئی اہمیت نہیں رہتی اور یہ دلیل بالکل ہی بے وزن ثابت ہوتی ہے۔ ہاں 'موصوف کا اگر یہی ذوق ہے' اور ان کے پاس کچھ اور نہیں' تو وہ یہ شوق بھی پورا کر دیکھیں' انجام کار اسی نتیجہ پر پہونچیں گے کہ ان آئمہ میں سے (بشمول انکے محبوب امام احمد بن حنبل) کوئی بھی اس مشق ستم سے نہ بچ سکا!۔ شاید موصوف کا دوسرے مسلک پرستوں کیطرح یہی مقصد ہو کہ اگر احمد بن حنبل کو نہ بچا سکے تو کسی اور کو بھی نہ چھوڑیں!!۔

عبدالرحمان ابن مندہ کا معاملہ

اب موصوف کی مغالطہ آرائی اور مکرو فریب کا ایک اور نمونہ ملاحظہ ہو۔ امام بخاری اور امام ابوحنیفہؒ کا قصہ چھیڑنیکا مقصد موصوف کچھ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ:

"اس بحث کو یہاں لانے کا مقصد یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنے بارے میں وضاحت کی وہ وضاحت تو تنظیم عثانی کی اس تحقیق سے -(کہ امام بخاری جس کو منکر الحدیث کہدے اس سے روایت لینا جائز نہیں) کالعدم ہو گئی......ابن مندہ نے اپنے بارے میں جو وضاحت کی ہے وہ وضاحت تنظیم عثانی والوں کی محققانہ نگاہوں سے اوجھل کیوں رہ گئی یا انھوں نے دوسروں کو جل دینے کے لئے ایسا کیا ہے۔" (توبوا الی اللہ ص نمبر ۲۴)

غور فرمائیں ان علامہ صاحب نے علم حدیث اور فن جرح وتعدیل سے بے بہرہ ہونے کے باوجود اسپر قلم اٹھا کر اپنے اوپر کیسا ظلم ڈھایا ہے!۔ فرماتے ہیں "بخاری جس کو منکر الحدیث کہیں اسکی روایت لینا جائز نہیں" کیا یہ ہماری بات ہے (کہ جسکو موصوف اور ان کے ہم نوا مانیں یا نہ مانیں؟)' کیا اس کو آئمہ جرح وتعدیل نے تسلیم نہیں کیا؟' کیا اس اصول کو جاہلانہ تنقید کا ہدف بنانیکا کوئی جواز ہے؟۔ امام بخاریؒ کی کتب تاریخ میں مذکور اقوال کے بارے میں بیان صفائی سے اسکا کیا تعلق اور وہ کس طرح اس کیوجہ سے کالعدم ہو گیا؟؟۔ کوئی ان سے پوچھے کہ آپ نے یہ فیصلہ کس اصول کے تحت فرمایا ہے ذرا واضح فرما دیں مع حوالہ کتب!۔

موصوف عبدالرحمٰن بن مندہ کے وکیل صفائی کا کردار ادا کرتے ہوئے اصول و حدود

سے کس قدر تجاوز کر گئے ہیں!۔

ایک طرف تو ابن مندہ کا بیان ہے جس کو موصوف نے بالتفصیل نقل فرمادیا ہے۔ اس میں ابن مندہ کا اپنی صفائی میں بیان بالکل ایسی ہی بات ہے جیسے چور کا کہنا کہ "میں چور نہیں ہوں" اس کو امام بخاری کی وضاحت سے نتھی کرنا انتہائی درجہ کی حماقت ہے۔ اب ان کے اس بیان صفائی یا موصوف (جو آجکل ان کے شدید مداح ہیں) کی مدح سرائی میں مبالغہ آرائی سے ان پر کی گئی جرح کس طرح کالعدم ہو گئی؟ جرح سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ ماہرین رجال کو ان پر کتنا اعتبار ہے! امام بخاری کا اصولی موقف کہ انھوں نے کتب تاریخ جن میں لوگوں کے اقوال و روایات کو جمع کیا ہے وہی اس کے ذمہ دار ہیں مؤلف ان اقوال کا ذمہ دار نہیں۔ تاریخ رجال میں یہی اصول کار فرما ہے کہ راویوں کے بارے میں لوگوں کے اقوال 'حالات' تصحیح و توثیق و تضعیف وغیرہ جمع کئے جاتے ہیں اور اچھائی و برائی دونوں قسم کے اقوال بہ یک وقت جمع کر دیئے جاتے ہیں' یہ اور بات ہے کہ کبھی مولفین اپنی رائے سے کسی ایک کو راجح اور دوسرے کو مرجوح قرار دیتے ہیں۔ فن جرح و تعدیل کا یہی اصول ہے' اس کا اور ابن مندہ کے بیان صفائی کا کیا مقابلہ؟۔ ان دونوں کو ایک لڑی میں منسلک کرنا پر فریب مغالطہ آرائی کی بدترین مثال ہے۔

دراصل عبدالرحمٰن بن مندہ ان مدافعین احمد بن حنبل کا واحد سہارا ہے اور ان کے وجود اور مقصد وجود کا انحصار اور دارومدار اسی ایک شخصیت پر ہے' چنانچہ اس سہارے کو انھوں نے دانتوں سے پکڑ رکھا ہے اور لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش میں اسکی تعریف کے پل باندھے ہوئے ہیں۔ ہم نے جب اس کی شخصیت کے خدوخال لوگوں کو دکھائے تو یہ تلملا اٹھے اور حسب سابق تضادات سے بھرپور طرز عمل اختیار کیا جس کا ایک نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔ ہم نے واتقواللہ سوئم میں ذہبی کے حوالے سے یہ لکھا تھا کہ

"ابن مندہ بدعت سے متصف' خارجی اور حاطب اللیل ہیں' جنھیں صحیح و غلط کی تمیز تک نہیں" (سیر اعلام النبلا بحوالہ واتقواللہ سوئم ص نمبر ۲۰۔۲۱)

اس بات کا رد موصوف دلائل سے تو کیا کرتے البتہ ان کو جب دفاعی تحریک کی عمارت

منہدم ہوتی نظر آئی تو کھسیانے ہو کر کھمبا نوچنے والا انداز اختیار کرتے ہوئے فرمایا۔

"ایسا تو نہیں کہ ذھبی خود حاطب اللیل ہو اور ابن مندہ پر جرح خود ذھبی کے حاطب اللیل ہونے کی بناء پر ہو" (توبوا الی اللہ ص نمبر ۴۱)

بغیر کسی ثبوت، اصول و دلیل کے محض انتقامی جذبہ کے تحت اس شخص کو جسے جرح و تعدیل کا ماہر سمجھا جاتا ہے ہدف تنقید بنانا اور "حاطلب اللیل" قرار دے ڈالنا انتہائی درجہ کی جہالت، ضد و ہٹ دھرمی ہے۔ واضح رہے کہ یہ محض انتقامی رد عمل کا ہی شاخسانہ ہے!۔ اب تصویر کا دوسرا رخ بھی دیکھئے کہ یہی ذھبی جب ابن مندہ کی موافقت و حمایت میں کچھ اقوال و عبارات لاتے ہیں تو یکایک انتہائی قابل اعتماد ہو جاتے ہیں اور ابن مندہ کے حق میں ذھبی کا حوالہ بڑے طمطراق سے پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"ذھبی ہی کی کتاب تذکرۃ الحفاظ ہی سے مندرجہ ذیل اقتباس ملاحظہ کیجئے" (توبوا الی اللہ ص نمبر ۵۰)

چنانچہ ذھبی کے حوالے نقل فرماتے ہیں اور انہی حاطب اللیل ذھبی کی بات کو ثبوت بنا کر فیصلہ صادر فرماتے ہیں:

"ثابت ہوا کہ عبدالرحمٰن بن مندہ بدعت سے متصف نہیں بلکہ اہل بدعت کے خلاف ننگی تلوار تھے" (توبوا الی اللہ ص نمبر ۵۱)

قارئین! انکی تحریروں سے آپ یہ نتیجہ نکالیں گے کہ موصوف اس اصول پر عمل پیرا ہیں کہ اگر کوئی عالم بات ان کی پسند کی کہے تو وہ سچا اور قابل اعتبار ہے اور اگر ان کی مرضی کے خلاف کہے تو نا قابل اعتبار۔ ذھبی نے جب عبدالرحمٰن بن مندہ پر جرح کی تو وہ حاطب اللیل قرار دیئے گئے اور جب ابن مندہ کی موافقت میں قول لائے تو وہی ذھبی حاطب اللیل نہ رہے بلکہ قابل اعتماد ہو گئے!۔ اگر موصوف کے اندر عصبیت و خود غرضی کی جگہ خلوص و دیانت ہوتی تو یہ دیکھنے کی کوشش کرتے کہ ذھبی نے ابن مندہ کے بارے میں جو رائے دی ہے وہ اس طرح کہ پہلے انکی کتابوں کو پیش نظر رکھ کر دوسروں کے اقوال کے حوالہ سے محاسن و قبائح کر ذکر کیا اور پھر اپنی رائے دی جسکو ہم نے سیر اعلام النبلاء کے حوالہ سے پیش

کیا۔(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو واتقوا اللہ سوئم ص نمبر ۲۰)

امام بخاری کی تدلیس کی نوعیت

دراصل موصوف اور ان کے ہم نواؤں میں علم و آگہی کا فقدان ہے چنانچہ اپنے باطل موقف کو زبردستی ٹھونسنے کیلئے ادھر ادھر نکل جاتے ہیں' اپنے پیر کی روش پر چلتے ہوئے امام ابو حنیفہؒ اور امام بخاریؒ کو بد عقیدہ ثابت کروانے کیلئے ہاتھ پیر مارنے لگے ہیں۔ صراط مستقیم سے منحرف ہو کر عجیب ذوق و انداز فکر اپنایا ہے ان لوگوں نے۔ ان کی بے راہ روی اور ہیرا پھیری کا انداز ملاحظہ ہو فرماتے ہیں:

"بالفرض چلئے مان لیتے ہیں ذھبی نے ابن مندہ کے لئے جو کچھ بیان کیا ہے
اگر وہ درست ہے تو پھر ذھبی نے جو کچھ امام بخاریؒ کے لئے کہا ہے اس پر
تنظیم عثمانی کیا فرمان شائع کریگی؟" (التوبرا ال[illegible] صفحہ ۵۳)

اب یہ ان محقق صاحب کے علم اور عقل و انصاف دیوالیہ ہونیکا ایک اور ثبوت ہے۔ موصوف امام بخاری کی تدلیس کا ذکر جس حوالہ سے کر رہے ہیں اسی میں یہ بھی موجود ہے کہ امام بخاری کے استاد محمد بن یحییٰ الذھلی سے کچھ رنجش یا چپقلش تھی اس لئے بخاری جب ان سے روایت لاتے ہیں تو کبھی فقط "محمد" کہتے ہیں (صرف "محمد" کہنے سے واضح نہیں ہوتا کہ کون ہیں' محمد بن یحییٰ یا محمد بن اسحٰق راھویہ) اور کبھی محمد بن خالد یا محمد بن عبد اللہ کہکر روایت لاتے ہیں' دادا کی طرف منسوب کر کے۔ یہ ہے بخاریؒ کی کل تدلیس جس کو افسانہ بنا دیا گیا ہے۔ بخاری کی تدلیس کا تو جہاں کہیں بھی ذکر ہے وہ انہی محمد بن یحییٰ الذھلی کی نسبت اور حوالہ سے ہے جو محض ذاتی رنجش و چپقلش کیوجہ سے ہے اور اسکا ذکر پیش کردہ ان حوالہ جات میں بھی موجود ہے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ اس وجہ سے ذھبی وغیرہ نے امام بخاری کو کہیں بھی معروف انداز میں مطلق مدلس قرار نہیں دیا' تو پھر اس بنیاد پر مذموم مقصد کے حصول کیلئے امام بخاریؒ کو مدلس ٹھہرانا خام خیالی اور عبد الرحمٰن بن مندہ کو بچانیکی پر فریب کوشش کے سوا کچھ نہیں۔ ان کی مغالطہ آرائی اور فریب کاری کی انتہا ملاحظہ کیجئے' فرماتے ہیں

"اب اگر تنظیم عثمانی والے کہیں کہ ہم ذھبی کی بات ابن مندہ کے بارے

میں مانتے ہیں۔ مگر ذھبی کی بات امام بخاری کے بارے میں نہیں مانتے تو اس

احمقانہ ہٹ دھرمی کا علاج ہمارے دسترس سے باہر ہے۔" (توبوا الی اللہ ص ۵۵)

اس اقتباس کا سرسری مطالعہ اس امر کی نشاندہی کے لئے کافی ہی کہ موصوف کی "دسترس" میں کیا کچھ ہے۔ ان کو تاریخی حقائق و شواہد کو سمجھنے اور اقوال و آراء میں امتیاز کرنے کا ذرا بھی شعور نہیں!۔ امام بخاریؒ کا "محمد" کہکر روایت لانا یہ ذھبی کی بات نہیں' یہ تو امر واقعہ ہے کیونکہ ایسی روایات تو صحیح بخاری میں موجود ہیں اس سے یہ راز بھی فاش ہوا کہ موصوف کا صحیح بخاری کا کس قدر مطالعہ ہے اور ذھبی نے اتنی ہی بات بیان کی ہے جتنی موجود ہے' تو پھر اس کے نہ ماننے کا کیا سوال؟۔ اظہر من الشمس حقیقت کو جھٹلا دینا اور پھر اصرار کرنا کہ "یہ مانو تو وہ بھی مانو اور اسکا انکار کرو تو اسکا بھی انکار کرو!" یہ موصوف ہی کا طرہ امتیاز ہے۔ اب خود ہی فیصلہ کرلیں کہ حماقت اور ہٹ دھرمی کا پیکر کون ہوا؟؟۔

ان علامہ صاحب کی کن کن موشگافیوں کا تذکرہ کیا جائے' ہر ایک دوسری سے بڑھکر ہے۔ ان کی صداقت و دیانت اور علم و دانش سے آگاہی کیلئے چند ہی کا احاطہ کیا گیا ہے۔ خلق قرآن کے مسئلہ سے متعلق امام بخاریؒ پر کی گئی تنقید کو کس طرح اپنے مقصد کے حصول کیلئے استعمال کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ انھوں نے امام بخاریؒ کو عبدالرحمٰن ابن مندہ سے زیادہ مجروح قرار دیدیا ہے' یہ شاہکار بھی ملاحظہ فرمایئے:

"مندرجہ بالا حوالہ کی رو سے امام بخاری عبدالرحمٰن بن مندہ سے زیادہ

مجروح ہیں" (توبوا الی اللہ ص نمبر۵۶)

قارئین! ملاحظہ فرمایا' اکابر پرستی کے جنون میں موصوف کس طرح تمام علمی و اخلاقی حدود سے تجاوز کر گئے ہیں' "حوالہ کی رو" کا نمدہ کس کر بدعت سے متصف' خارجی اور حاطب اللیل قرار دیئے جانیوالے ابن مندہ کو نہ صرف یہ کہ امام بخاریؒ کے برابر لا کھڑا کیا بلکہ علم حدیث کے اس درخشندہ ستارے' امام المحدثین امام بخاریؒ کو ابن مندہ سے گرا دیا!!

پستی کا کوئی حد سے گذرنا دیکھے!!

موصوف جرح و تعدیل کے علم سے قطعئی نا آشنا ہیں لیکن سمجھانے سے بھی بات نہیں

سمجھ پاتے۔ جیسا کہ اوپر بتایا گیا کہ حبل اللہ نمبر ۱۳ میں اس بات کو کتب کے حوالہ کے ساتھ دلائل سے واضح کردیا گیا تھا کہ بعض ہمعصر آئمہ کی بعض کے متعلق جرح و قدح لائق توجہ نہیں ہوتی....(حبل اللہ نمبر ۱۳ ص ۴۳) لیکن موصوف برابر ہٹ دھری سے اسی روش پر جمے ہوئے ہیں اور موصوف اور انکے ہم نوا بخاری" کے اس معاملہ کو بار بار درمیان میں لے آتے ہیں۔

موصوف کی دیانت داری

حبل اللہ شمارہ نمبر ۱۱۔ ص نمبر ۱۳ پر ہم نے زبان و ادب کے مخصوص پیرائے میں یہ واضح کیا تھا کہ احمد بن حنبل جس عقیدہ حیات فی القبر اور "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد رای ربہ" (نبی علیہ السلام نے اپنے رب کو دیکھا) کے قائل ہیں، امام بخاری نے صحیح روایات لا کر ان نظریات کا شدت سے رد فرمایا ہے۔ موصوف اور انکے ہمنوا اپنے امام کو دلائل سے نہ بچا سکے تو دلیل کا زور کم کرنے کے لئے رنگ آمیزی اور بات کا بتنگڑ بنانے کی روش اختیار کی، فرماتے ہیں:

> "یہ تو ایک الگ تماشہ ہے کہ امام بخاری اپنے سے صدیوں بعد لکھی جانے والی کتاب میں عبارت کا رد کیوں کر گئے مگر یہ بات تو ریکارڈ پر آ ضرور گئی کہ امام بخاری کو احمد بن حنبل کے فاسد عقیدہ کا علم تھا اسی لئے تو انھوں نے احمد بن حنبل کی بات کو منکر ثابت کیا ہے اب اصول کہاں ہے؟"

(توبوا الی اللہ ص نمبر ۶۰)

قارئین! ملاحظہ فرمایئے کہ کس طرح بات کا رخ موڑنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ عقیدہ اور نظریئے کے رد کرنے کی بات کی گئی تھی اور موصوف طبقات حنابلہ کی عبارت کو رد کرنیکا ذکر کہاں سے لے آئے، خلط مبحث اور مغالطہ آرائی کی کیا شان ہے! ادیبانہ پیرائے میں یہ بات کہی گئی تھی کہ "احمد بن حنبل جس نظریئے کے حامل تھے امام بخاری نے اس نظریئے کو پکڑا اور ام المومنین عائشہؓ کا قول لا کر ثابت کیا کہ یہ نظریہ باطل ہے"۔ عبارت کے الفاظ میں الجھنے کی بجائے مفہوم اور مقصد سمجھنا اور اس کو دلائل کی روشنی میں تسلیم کرنا

یا دلائل سے رد کرنا یہ تو ہوا علمی انداز لیکن ہیر پھیر کرنا ' ادھر ادھر بات کو گھمانا اور دیگر آئمہ کو ملوث کرانیکی ناکام کوشش کر کے فریب دینے کی کوشش کرنا یہ انہی لوگوں کا شیوہ ہے اس مقصد کے حصول کیلئے کس طرح ادھر ادھر بھٹکتے ہیں ' اسکا نمونہ ملاحظہ ہو ' فرماتے ہیں:

"ان محققین نے تعصب کا وہ عینک لگایا ہے جس میں محض احمد بن حنبل ہی ان کو نظر آتا ہے۔ امام ابو حنیفہ امام شافعی اور دیگر شخصیات کا مواد ان کی خدمت پیش کیا جائے تو ان کی کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ زبانیں شل ہو جاتی ہیں جیسے ان کو سانپ سونگھ گیا ہو آنکھیں پتھرا جاتی ہیں"۔ (تو بوا الی اللہ ص ۷۵)

قارئین! ذرا غور فرمائیں ان کے ذہن رسا کی دوڑ کہاں تک ہے! اگر کوئی ان سے الٹ کر سوال کر بیٹھے کہ "حضرت"! آپ نے بھی تو تعصب کی عینک چڑھائی ہوئی جس میں سب مواد نظر آتا ہے۔ سوائے احمد بن حنبل کے ' جس کے مشرکانہ عقائد کا ثبوت تو کتب کے حوالہ سے پیش کر دیا گیا ہے ' اور آپ ہیں کہ پھر بھی ان کے دفاع کی سر توڑ کوشش میں ناکام و نامراد ہو کر ادھر ادھر بھٹک رہے ہیں!۔ آپ اگر پوری سنجیدگی ' احساس ذمہ داری اور صداقت و دیانت کے جذبہ کے ساتھ (اللہ کے یہاں خود کو جوابدہ سمجھتے ہوئے) اس بات کے دعویدار ہیں کہ آپ کے پاس ان آئمہ کے مشرکانہ عقائد کے ثبوت میں ٹھوس مواد موجود ہے تو نہ صرف یہ کہ اس کو جلد سے جلد پیش کر دیں بلکہ کفر بالطاغوت کی ذمہ داری کو بھی پورا کر دکھائیں (کیونکہ بغیر اس کے ایمان کا کوئی اعتبار نہیں) یہی سمجھا جائیگا کہ آپ کے پاس جو کچھ بھی ہے محض احمد بن حنبل کا دفاعی حربہ ہے اور کچھ نہیں۔ فرقوں سے وابستگی اور دنیا پرستی نے آپکے اعصاب ہی شل کر دیئے ہیں!۔ رہا ہمارا معاملہ ' تو ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں اور پھر واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ جس قسم کے مواد کی موصوف رٹ لگائے ہوئے ہیں تو ایسے مواد کو ہم قابل اعتناء نہیں سمجھتے ورنہ احمد بن حنبل کے خلاف ہی اس قسم مواد کے ڈھیر لگا دیتے!۔ الحمد للہ ' ہم ٹھوس دلائل اور مسلم الثبوت حقائق و شواہد کی زبان میں بات کرتے ہیں جن کو موصوف اور ان کے ہمنوا سر توڑ کوشش کے باوجود رد کرنے میں ناکام و نامراد رہے ہیں لیکن یاد رہے کہ ادھر ادھر کی پینترے بازیوں سے مسلمہ تاریخی حقائق جھٹلائے نہیں جا سکتے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حق پر ثابت قدم رکھے آمین!۔

سچ کے گواہ

سچ کے گواہ بن کر اٹھنا حق کا اعلان کرنا اور ہر قسم کے نامساعد حالات میں صبر و استقامت کا دامن نہ چھوڑنا یہ ایمان کے سچے دعویداروں ہی کی خصوصیات ہیں اور انہی کا طرہ امتیاز۔ یہ ان بزدلوں کے بس کی بات کہاں جو طاغوت سے آنکھ ملانے کے بجائے اس سے مرعوب ہو جائیں، اس کی عقیدت و محبت کا شکار ہو کر کفر کرنے کے بجائے اس کے دفاع کی کوششوں میں لگ جائیں! ایک اعلیٰ مشن کے تقاضے پورا کرنا مرعوب ذہن کے حاملین کے بس کی بات ہرگز نہیں۔

عقیدہ "عود روح" بلاشبہ قرآن کی واضح نصوص اور احادیث صحیحہ کے یکسر خلاف ہے اور اس عقیدہ کو تیسری صدی کے مسئلہ خلق قرآن کے ہیرو احمد بن حنبل نے ایمان کا جزو قرار دے کر اس امت کو قبر پرستی کی بنیاد فراہم کر دی اور پھر ان کے مقلدین و متبعین نے اس شجر خبیثہ کی خوب آب یاری کی۔ جب قرآن اور صحیح احادیث کی روشنی میں اس باطل عقیدے کی تردید اور اس پر ان کی گرفت کرتے ہوئے کفر بالطاغوت کا تقاضہ پورا کیا گیا تو ان کے عقید تمند اکابر پرستی کے جذبے سے سرشار ہو کر اپنے امام کے دفاع کے لیے کمربستہ ہو گئے! آپس کے فروعی و گروہی اختلافات کے باوجود اس امر پر متفق ہیں کہ احمد بن حنبل کا یہی عقیدہ تھا اور یہ حق ہے۔ "اعادہ روح" کے دفاع میں پسپائی کے بعد اب کچھ لوگوں نے یہ موقف اپنایا کہ احمد بن حنبل کا یہ عقیدہ تھا ہی نہیں۔ الغرض، انداز مختلف ہونے کے باوجود دونوں کا مقصد ایک ہی ہے اور ایک ہی قدر مشترک، یعنی شخصیت کا دفاع۔ چنانچہ اس والہانہ جذبے سے سرشار مدافعین کی طرف سے شروع میں ایک یادگاری مجلہ جاری کیا گیا تھا جس میں احمد بن حنبل کے دفاع کی پر زور کوشش کی گئی تھی۔ اس کا بھرپور انداز میں جواب

"واتقواللہ دوئم" میں دیدیا گیا جس کے بعد ان محققین کو اتنی جرات نہ ہونی چاہئے تھی کہ پھر اپنے قلم کے جوہر دکھائیں، لیکن اب کچھ عرصے پہلے ان مدافعین طواغیت کی جانب سے ایک کتابچہ "توبوا الی اللہ" شائع کیا گیا ہے جس میں ان کے ایک نام نہاد "محقق" نے ایک مضمون بعنوان "واتقواللہ دوئم اپنے آئینے میں" شامل کر کے بزعم خویش "واتقواللہ دوئم" کا جواب دے ڈالا ہے۔ قارئین، اس کو انکی احمقانہ خوش فہمی ہی سمجھیے ورنہ کجا واتقواللہ اور کجا یہ حماقت و جہالت کا پلندہ! واتقواللہ نے تو ان کے بلند بانگ علمی دعوؤں اور دھوکہ دہی کی قلعی کھول کر رکھدی، جبکہ یہ مضمون خود ان کے اپنے آئینے میں ان کی حماقت اور جہالت ہی کی تصویر پیش کرتا ہے۔ ان کا انداز ہی کچھ اس قسم کا ہے کہ پہلے ایک بات کو دلیل بنا کر احمد بن حنبل کے دفاع کی بنیاد رکھتے ہیں، بڑی شان اور طمطراق سے اسے پیش کرتے ہیں، لیکن جب اسکا دنداں شکن جواب دیا جاتا ہے تو فوراً پینترا بدل کر فرماتے ہیں "اصل مسئلہ یہ نہیں" اور "ہمارا ان سے اختلاف اس بات پر نہیں" وغیرہ۔ اب ان سے کوئی پوچھے کہ اس طرح طواغیت کے دفاع کی روش اختیار کر کے شاید اپنے ہم ذوق لوگوں کو فریب دے لیں، لیکن کیا یوم حساب میں بھی سرخروئی حاصل کر لیں گے! ھیہات، ھیہات!! موصوف اور انکے ہم نواؤں کا "معرکۃ الآرا" دفاعی انداز ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں:

"تو کیا یہ ممکن نہیں کہ احمد بن حنبل سے منسوب خط میں کسی نے گڑبڑ کر دی ہو؟" (توبوا الی اللہ ص ۱۳)

بس یہی ہے ان کی ابتدا اور یہی انتہا کہ "کیا یہ ممکن نہیں" اور "کیا یہ نہیں ہو سکتا" وغیرہ۔ مسلمہ حقائق کو جھٹلانے والوں کے استدلال کی بنیاد شک و گمان پر نہ ہو تو کیا ہو! اپنے ہم مسلک منکرین حدیث کی طرح انکا بھی مضبوط دفاعی حربہ شک و گمان ہی ہے۔ منکرین حدیث جو دراصل منکر قرآن ہی ہیں کتب احادیث کو رد کرنے کے لیے یہی حربہ کام میں لاتے ہیں اور یہ ایسا ہلاکت خیز انداز ہے کہ پھر دنیا کی کوئی بھی کتاب اس پر فریب کسوٹی پر محفوظ رہ ہی نہیں سکتی، پھر اعتماد ہو تو کس پر ہو؟ یہ پہلو بھی قابل غور ہے کہ یہ مدافعین احمد اور منکرین حدیث باہم ایک دوسرے سے ذہنی و فکری یکسانیت و ہم آہنگی میں اللہ تعالی کے اس فرمان

کے کیسے مصداق ہیں "تشابہت قلوبہم"!!

مومنین اور موحدین کی گواہی

موصوف اور ان کے ہم نواؤں کو شخصیت کے دفاع کے جنون اور جذبہ عناد نے ایسا سراسیمہ کردیا ہے کہ جو بھی حربہ ان کے ہاتھ لگتا ہے اسکو بیدریغ استعمال کرڈالتے ہیں حتیٰ کہ بریلویانہ طرز استدلال سے بھی گریز نہیں کرتے' اپنے امام کو صحیح العقیدہ ثابت کرنے کے لیے حدیث نبوی ؐ کو بھی استعمال کرنے کی کیسی بے محل کوشش کی ہے' ملاحظہ ہو' لکھتے ہیں:

"مشرکین و کفار کی بات تو مان لی گئی مگر مومنین و موحدین کی گواہی کو جھٹلا دیا گیا اس سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا انکار کیا گیا۔ صحیح بخاری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

> بروایت عمرؓ کہ اگر دو مومن بھی کسی کی خیر کی گواہی دیں تو وہ مومن جنتی ہے یہاں بخاری مسلم اور جملہ دیگر محدثین احمد بن حنبل کی خیر کی گواہی دے رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا تقاضہ تھا کہ اسے مان لیا جائے..." (توبوا الی اللہ ۱۵)

ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہر شخص اپنے علم کے مطابق ہی ذمہ دار ہے اور دلوں کے احوال تو صرف اللہ ہی جانتا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "نحن نحکم بالظواہر" (ہم تو ظاہر پر ہی فیصلہ کرتے ہیں)۔ کل تک تو یہ لوگ بڑے گھن گرج سے کہا کرتے تھے کہ "امام بخاری کے سامنے احمد بن حنبل کا یہ ذاتی خط آجاتا تو نہ جانے احمد بن حنبل کے ساتھ کیا معاملہ کرتے" لیکن اب جبکہ طواغیت کا دفاع ہی مقصد حیات بن گیا تو اب خم ٹھونک کر مطالبہ کیا جارہا ہے کہ بتاؤ امام بخاریؒ و مسلمؒ نے کیوں احمد بن حنبل کے لیے اچھے خیالات کا اظہار کیا اور کیوں نہ ان پر فتویٰ لگایا' گویا یہ ان کے پرائیویٹ سیکریٹری لگے ہوئے تھے کہ انھیں احمد کی ایک ایک بات کی خبر ہوتی' درآں حالیکہ یہ تو محدث تھے اور تلاش حدیث میں کبھی کہیں سرگرداں ہوتے اور کبھی کہیں۔ انھوں نے تو خلق قرآن کے

مسئلہ پر بھی احمد کے عقیدہ سے اختلاف کیا تھا جسکی وجہ سے انھیں کافی پریشانی اٹھانی پڑی تھی۔ اظہار خیر کے ضمن میں ان کے سامنے محمد بن اسحاق ابن یسار کی مثال بھی موجود ہے۔ اس پر کذاب و دجال کی جرح ہونے کے باوجود امام بخاری نے جز القرات میں اس کے لیے احمد سے بھی کچھ زیادہ ہی خیر کی بات کی ہے ان پر ہر قسم کی جرح کے باوجود ان کے دفاع کی کوشش بھی کی ہے۔ محمد بن اسحق کے بارے میں بخاری کی رائے کو قبولیت نہیں ملی ظاہر ہے کہ یہ رائے ان کی اپنی معلومات کی حد تک ہی تھی ورنہ بعد میں اپنی کتاب "الجامع الصحیح" میں جو ان کی شہرت کی خاص وجہ ہے' محمد بن اسحاق سے ایک روایت بھی نہ لائے' جس طرح کہ احمد بن حنبل سے حدیثیں لکھکر اپنی صحیح میں کوئی روایت نہیں لائے۔ محض خیر کے الفاظ سے احمد کے لئے سرٹیفکیٹ حاصل کرنے والے کبھی ان امور پر سوچنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے۔ دراصل شخصیت پرستی اور بغض و عناد کی عینک خلاف مقصد مواد کو چھانٹ کر الگ کردیتی ہے۔ جو سرٹیفکٹ انھوں نے احمد کے لیے حاصل کیا ہے وہ محمد بن اسحٰق کے لیے بھی موجود ہے پھر اس کی روشنی میں ہمت کرکے آگے بڑھیں' محمد بن اسحٰق کی روایت کی بناء پر اپنے بچوں کے گلے میں تعویذ ڈالیں اور ام المومنین عائشہؓ کی طرف یہ عقیدہ منسوب کر دیں کہ وہ معراج جسمانی کی قائل نہ تھیں! لیکن ہمیں خوب معلوم ہے کہ طاغوت کا پرستار ذوالوجہین کبھی ایک اصول اور موقف پر نہیں جما کرتا بلکہ اپنی غرض اور مطلب براری کے لیے پینترے بدلتا رہتا ہے' اظہار خیر اور مومنین و موحدین کی گواہی تو اپنی جگہ لیکن جب یہ حقیقت کے خلاف ہو تو اسکی کیا حیثیت' پھر بھی اس مسئلہ میں جوش و خروش دکھانے والوں کی عبرت و بصیرت کے لیے تاریخ اسلام ہی سے ایک ٹھوس دلیل پیش کی جاتی ہے' ملاحظہ ہو:

> "سہل بن سعد ساعدیؓ سے روایت ہے کہ غزوہ خیبر کے موقع پر ایک شخص (بڑی بہادری سے لڑ رہا تھا) جہاں کہیں ایک دو کافروں کو پاتا ان پر حملہ کر دیتا۔ لوگوں نے کہا اس شخص نے تو آج وہ کام کیا ہے جو ہم میں سے کوئی نہ کر سکا یہ سن کر نبی علیہ السلام نے فرمایا "مگر یہ جہنمیوں میں سے ہے" قوم میں سے ایک شخص نے کہا میں اس کے ساتھ رہونگا۔ راوی نے کہا پس وہ اس کے

ساتھ نکلا' جہاں وہ شخص ٹھہرتا وہ بھی ٹھہر جاتا' جہاں وہ دوڑتا وہ بھی دوڑتا۔
راوی نے کہا پس وہ شخص شدید زخمی ہو گیا اور جلد مرنے کے لیے تلوار کی نوک اپنے سینے میں اتار دی اور خود کشی کر لی۔ جو اس کا نگراں بنا ہوا تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ آپؐ نے فرمایا "تجھے کیا ہوا؟" اس نے کہا' اے اللہ کے رسولؐ آپ نے ابھی جس شخص کو جنمی کہا تھا اور لوگوں پر آپ کی بات شاق گذری میں نے کہا اسکا حال اور اسکی کیفیت لوگوں سے بیان کروں۔ پس میں اس کے پیچھے ہو لیا یہاں تک کہ اس کا یہ حال ہوا کہ جب وہ شدید زخمی ہوا اس نے تلوار زمین پر رکھی اور اسکی نوک سینہ میں اتار لی اور خود کشی کر لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہی تو ہے کہ ایک شخص لوگوں کی نگاہ میں جنتیوں کے سے کام کرتا ہے حالانکہ وہ جنمی ہوتا ہے اور ایک شخص لوگوں کی نگاہ میں جہنمیوں کے سے کام کرتا ہے مگر وہ جنتی ہوتا ہے۔"
اور ابوہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے ایک شخص سے کہا کہ اٹھ اور لوگوں میں اعلان کر دے کہ جنت میں مومن کے علاوہ اور کوئی داخل نہ ہو گا اور اللہ فاجر شخص سے بھی دین کی مدد لیتا ہے۔ (صحیح بخاری)

درج بالا روایت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دو نہیں بہت سے صحابہ کرامؓ کی گواہی کو خلاف حقیقت ہونے کی بناء پر مسترد فرما دیا۔ صحابہ کرامؓ نے جو کچھ کہا وہ ان کے اپنے علم کی بناء پر تھا چنانچہ ان پر اس میں کوئی الزام نہیں۔
اس روایت سے بہر حال یہ اصول واضح ہو گیا کہ اگر گواہان حقائق و شواہد سے پوری طرح واقف نہ ہوں تو ان کی گواہی کالعدم ہو جاتی ہے اور ایسی گواہی کی بنیاد پر حقائق کو جھٹلانا محض جہالت اور ہٹ دھرمی ہے۔

امام شافعی کے خواب وخط کا افسانہ

اس مرتبہ موصوف نے اپنی جہالت و حماقت کے اس "آئینے" میں ایک اور کارنامہ

انجام دیا ہے جس کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہو گا۔ موصوف اور ان کے ہم نوا علم و اصول کے فقدان کے علی الرغم اپنے محبوب امام کے تحفظ کے مذموم مقصد کے لیے سر توڑ کوشش کرتے ہیں۔ نے ہر رطب و یابس کو لیکر بڑی شان اور بڑے طمطراق سے پیش کرتے ہیں کہ ان کے ہم ذوق جھوم اٹھیں۔ چنانچہ اس دفعہ امام شافعی سے منسوب ایک من گھڑت خط کا خوب اچھالا ہے اور اپنے ہم نواؤں کو خوابوں کی دنیا میں لے جا کر داو تحقیق حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ کیا ان کو نہیں معلوم کہ قبر پرستی کے شیدائیوں اور بت پرستوں نے اس قسم کے سیکڑوں واقعات اور خوابوں کے افسانے اپنی مشہور و قد آور شخصیات کے متعلق گھڑ رکھے ہیں لیکن اہل علم ان کو حجت اور دلیل نہیں بناتے کیونکہ ان کے مخالفین ان کے رد میں اس قسم کے خوابوں اور افسانوں کا ڈھیر پیش کر سکتے ہیں۔ اہل علم کے نزدیک 'بہر حال' ان چیزوں کی کوئی اہمیت نہیں اور نہ ہی ایسا کبھی ہوا ہے کہ مجرد خواب کی بناء پر کسی راوی پر جرح و تنقید کر کے اسے مجروح قرار دیا گیا ہو۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ امام شافعی سے ایسی کوئی مشرکانہ بات ثابت نہیں جس کا اعتراف تو بڑے بڑے قبر پرستی کے شیدائیوں کو بھی ہے۔ اب رہے یہ مدافعین، تو ان کا تو یہ وطیرہ ہی ہے کہ آج امام شافعی سے منسوب خواب کا ڈرامہ پیش کیا ہے تو کل کچھ اور گھڑ لائیں گے اور دلیل بنا کر پیش کر دیں گے۔ غرضیکہ انھیں کچھ بھی کرنا پڑے، کچھ ہی گھڑنا پڑے لیکن اپنے امام کو کسی بھی طرح بچا لے جائیں، اب یہی ان کا مقصد حیات رہ گیا ہے! لیکن ستم تو یہ ہے اس سے کہیں زیادہ شدید مواد احمد بن حنبل سے متعلق موجود ہے جس سے یہ صرف نظر کر گئے ہیں بالفاظ دیگر یا تو احمد بن حنبل سے صرف نظر کرو یا دوسرے ائمہ پر فتوے لگاؤ! کیا سیاسی انداز ہے کچھ لو اور کچھ دو والا تف ہے ان آخرت سے بے خوف غفلت شعاروں پر جو دین کو سیاسی رنگ میں رنگنا چاہتے ہیں!

ابن تیمیہ کا فقہ اکبر کو مشہور کہنا

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا کہ ان لوگوں کو علم و اصول کے فقدان کے علی الرغم مرکب فکر کو میدان تحقیق میں دوڑانے کا چسکہ پڑ گیا ہے جس کے کچھ نمونے دیگر مضامین میں پیش کر

دیئے گئے ہیں اور اب ایسا ہی ایک اور نمونہ ملاحظہ ہو۔ ایک عرصہ تک یہ لوگ اس شدید مغالطہ کا شکار رہے کہ فقہ اکبر جسکی نسبت امام ابو حنیفہؒ کی طرف کی جاتی ہے اس میں؛ عادہ روح کے عقیدہ کا ثبوت موجود ہے لہٰذا بڑے جوش و خروش سے مطالبہ کیا گیا کہ ان پر بھی فتویٰ لگایا جائے' چنانچہ ان کے ایک محقق نے گل افشانی فرمائی :

"ابن تیمیہ کا کسی چیز کو مشہور کہنا اس کی مقبولیت کی دلیل ہے تو پھر مجموع الفتاویٰ میں ابن تیمیہ نے فقہ اکبر کو بھی امام ابو حنیفہ کی کتاب مشہور ہونے کا ذکر کیا ہے" (یادگاری مجلہ حصہ ششم ۱۴۱۔ ۴۲)

پھر اس پر یہ محقق اپنے مداحوں سے خوب داد تحسین وصول کرتے رہے۔ لیکن جب واتقواللہ دوئم میں ان کی اس مغالطہ آفرینی کا پردہ چاک کر کے واضح کیا گیا کہ وہ فقہ اکبر ہی دوسری ہے جسکی نسبت ابن تیمیہ نے امام ابو حنیفہؒ کی طرف کی ہے تو ان کے ارمانوں کا محل زمیں بوس ہو گیا لہٰذا اصل مسئلہ سے راہ فرار اختیار کر کے ہیر پھیر کا انداز اپنا کر گلو خلاصی کی کوشش کی' فرماتے ہیں:

"قارئین اس میں محو حیرت ہونے کی کوئی بات نہیں کہ فاضل محقق نے محمد ابو زہرہ مصری کی اس بات کو کیوں ہضم کر لیا کہ فقہ اکبر کی (شرح کی) نسبت امام ماتریدی کی طرف مشتبہ ہے" (توبوا الی اللہ ص ۱۰)

اس سے ان کی بوکھلاہٹ اور سراسیمگی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ان پر وہی مثل صادق آتی ہے کہ "کھسیانی بلی کھمبا نوچے"۔ ہر شخص یہ دیکھ سکتا ہے کہ شرح ابوالمنصور ماتریدی کی ہے یا نہیں' نہ تو یہ مسئلہ ہے اور نہ ہی اس سے مسئلہ کی نوعیت بدلتی ہے۔ بات تو یہ کہی گئی ہے کہ ابن تیمیہ نے جس فقہ اکبر کی نسبت ابو حنیفہؒ کی طرف کی ہے وہ فقہ اکبر ہی دوسری ہے اور اس کے لیئے "فقہ اکبر مرویہ" کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے اور اب یہ انکی قسمت کہ اس میں "اعادہ روح" کا کہیں ذکر نہیں' اس طرح ان کے استدلال کی بنیاد ہی کالعدم ہو گئی۔

دراصل علمی میدان میں دلائل کی سطح پر منہ کی کھانے کے بعد انسان یا تو شریفانہ انداز

میں رجوع کر کے اصلاح و توبہ کی روش اختیار کر لے ورنہ نفس کا شکار ہو کر ابلیس بن جاتا ہے اور جھنجلاہٹ میں آپے سے باہر ہو کر کچھ بھی کر سکتا ہے اس کا ایک نمونہ زیر نظر کتابچہ ہے۔ اس کے صفحہ ۱۲ پر ایک نظر ڈالیے اور انکی شرافت اعلیٰ ظرفی ذہنی و اخلاقی معیار کی داد دیجئے۔

موصوف کا دو رخا پن

قارئین! مغالطہ آفرینی کا پردہ چاک کرنے کے لیے اتنا عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اس ڈرامہ بازی کا محرک ان کے سابق طرز عمل ہی کا ایک حوالہ ہے۔ اس سے ہمارا مقصد محض ان کے اس دوغلے پن کی نشاندہی تھی کہ پہلے دوسروں کی جس بات کو اعتراض کا نشانہ بنا کر سختی سے رد کر دیا کرتے تھے' اب طاغوتی مشن کے حامل ہو کر اسی رد کی ہوئی بات کو خود اپنے استدلال کا جزو لاینفک بنائے ہوئے ہیں۔ کیا پٹڑی سے اترنے کے بعد زاویہ نگاہ اتنا ٹیڑھا ہو جاتا ہے کہ حق باطل نظر آنے لگے اور باطل حق' یا چشم باطن پر ایسی عینک چڑھائی جاتی ہے جس سے صرف وہی بات صحیح نظر آتی ہے جو اپنے مطلب کی ہو باقی سارے اصول و کلیات یکسر معدوم ہو جاتے ہیں؟

ان کی یاوہ گوئی نے انکے اپنے آئینہ میں انکی سیرت و کردار کے خدوخال مزید واضح کر دیئے!!۔ اس کتابچے کے صہ ۱۲ پر پھر نظر ڈالیں۔ انھوں نے اس دور میں توحید خالص کی دعوت اٹھانے والے مرد مجاہد ڈاکٹر عثمانیؒ پر کس طرح کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے جب "پیری مریدی کا ڈھونگ رچایا" تو صرف ایک ہی "حضرت" تھے جن میں مخالفت کرنے کی ہمت تھی' قطع نظران کے اس احمقانہ خودستائی سے آلودہ بے بنیاد دعوے کے ہم تو خود انہی کی تحریر کا آئینہ پیش کرتے ہیں۔ موصوف اپنی "شہادت حق" میں فرماتے ہیں :

> "ڈاکٹر عثمانیؒ صرف ہمارے نہیں بلکہ موجودہ دور کے تمام افراد کے بہت بڑے محسن ہیں۔ انھوں نے کفر و شرک کے پردہ کو چاک کیا ہے ہماری نگاہ میں اس دور حاضر میں قرآن و سنت کی صحیح ترجمانی اگر کسی نے کی ہے' وہ ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اپنے اس محسن پر جس نے صحیح دین سے

ہمیں روشناس کیا فتویٰ داغنا حاشا و کلا ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں۔ اس بات کا تصور تک کرنا بھی محال ہے۔"

کچھ اور بھی ملاحظہ ہو :

"مانا کہ ڈاکٹر عثمانی بہت بڑے عالم دین تھے۔ بہت بڑے مفسر وقت اور فاضل تھے۔ بہت بڑے مجاہد تھے۔ اللہ کی راہ میں بے مثال قربانیاں دینے والے تھے۔ اللہ کے دین کے لیے رات دن ایک کر دیئے تھے جس کو نہ صرف ہم خیال لوگوں نے تسلیم کیا بلکہ مخالفین بھی اس کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکے" (شہادت حق۔ امیر بادشاہ کا کھلا خط ۸)

قارئین! ان اقتباسات کو پڑھکر واتقواللہ کے آئینے بحوالہ توبوالی اللہ صفحہ ۳ پر ایک نظر پر ڈال لیں۔ آپ ورطہ حیرت میں غرق ہو گئے ہونگے کہ یہ "بہت بڑا محسن، بہت بڑا عالم دین، بہت بڑا مفسر وقت' اور صحیح دین سے روشناس کرنے والا بہت بڑا مجاہد یعنی" ڈاکٹر عثمانی رحمتہ اللہ علیہ" یکایک بہ یک جنبش قلم "پیری مریدی کا ڈھونگ رچانے والا" (مجاہد سے مجاور) کیسے بن گیا یا للعجب! کہاں اللہ کی راہ میں جان و مال اور دنیوی مفادات قربان کر دینے والا نفس کو زیر کرنے اور معاشرہ سے ٹکرانے والا' مرد میدان' شہادت فی سبیل اللہ کا سچا آرزو مند اور حقیقی معنوں میں اس دور کا بت شکن اور کہاں نفس و شکم کا پجاری بت پرست پیر!! شاید آپ کچھ الجھن میں پڑ گئے' تو لیجئے ہم آپ کی آسانی کے لیے ڈیڑھ ہزار سال قبل ماضی کے دریچے کھولتے ہیں : بنو قینقاع قبیلہ کے یہودی سردار اور عالم دین عبداللہ بن سلامؓ نعمت ایمانی سے سرفراز ہونے کے بعد نبی علیہ السلام سے درخواست کرتے ہیں کہ ان یہودیوں کو میری ایمان لانے کی خبر ہونے سے پہلے ذرا ان کو بلا کر میرے بارے میں دریافت فرمایئے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا' ایمان کی دعوت دی جسکو انھوں نے قبول نہ کیا پھر ان سے عبداللہ بن سلامؓ کے بارے میں دریافت فرمایا تو انھوں نے کہا "وہ ہمارا سردار ہے' ہمارے سردار کا بیٹا ہے ہم میں سب سے بڑا عالم ہے اور سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہے' وہ ہم سب سے بہتر ہے اور سب سے بہتر آدمی کا بیٹا۔" جب ان کو معلوم ہوا

کہ وہ تو ایمان لے آئے اور خود عبداللہ بن سلامؓ جو گھر میں چھپے ہوئے تھے' ان کے سامنے آ کر ان کو ڈرانے لگے اور کہنے لگے کہ "اللہ سے ڈرو اور ایمان لے آؤ تم جانتے ہو کہ یہ سچے نبی ہیں اور حق کے ساتھ آئے ہیں" تو یہودیوں نے فوراً ہی رخ بدل لیا اور کہنے لگے "تم جھوٹے ہو' سب سے بدتر ہو اور سب سے بدتر آدمی کے بیٹے ہو!" نبی علیہ السلام نے ان ظالموں کو باہر نکلوا دیا۔ (صحیح بخاری)

قارئین! اب تو آپ کے فکری تلاطم اور ذہنی تموج میں کچھ ٹھہراؤ آ گیا ہو گا۔ دراصل فطرت انسانی جو آج ہے وہی آج سے ہزارہا سال قبل تھی۔ انسان جس وقت یوم حساب کی جواب دہی سے بے نیاز ہو کر عقل سلیم کی باگ دوڑ نفس امارہ کے حوالے کر دے تو پھر وہ اپنے ازلی دشمن کے رحم و کرم پر ہوتا ہے' وہ ہر برائی کو مزین کر دیتا ہے' اچھائی و برائی میں امتیاز باقی نہیں رہتا' جھوٹ و فریب کے ذریعہ کچھ اہداف حاصل کر لینے کو ہی اپنی کامیابی سمجھنے لگتا ہے۔

ان فی ذالک لذکری لمن کان لہٗ قلبٌ او القی السمعَ وُھو شہید

(ق۔۲۷)

(اس تاریخ میں درس عبرت ہے ہر اس شخص کے لیے جو دل رکھتا ہو یا جو توجہ سے بات کو سنے اور وہ (حق کا) گواہ ہو!)

فَاَنّٰی تُسْحَرُوْنَ

دین کا ماخذ، منبع علم و ہدایت اور مومن کا سرمایہ افتخار تو قرآن و سنت ہی ہیں یعنی قرآن مجید اور احادیث صحیحہ، اور ان کو ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں کیا جا سکتا۔ ان میں سے صرف ایک کو منبع رشد و ہدایت سمجھنا گمراہی و ضلالت کے سوا کچھ نہیں۔ خشیت الٰہی کے حامل راسخ العلم جویائے ہدایت کے لیے تو بس یہی کافی ہے، اور یہی اس کے شایان شان ہے کہ جو کچھ قرآن کی محکم آیات اور صحیح احادیث سے ملے اسے من و عن قبول کرے، نہ یہ کہ اپنے ناقص و نارسا اور بے مہار عقل و فہم کے ذریعہ وحی الٰہی کو ہی رد کرنا شروع کر دے!۔ کیسی بدقسمتی ہے کہ آج اسلام کے نام لیوا اس معاملہ میں افراط و تفریط کا بری طرح شکار ہیں۔ کوئی تو صرف اور صرف قرآن ہی کی بات کرتا ہے اور احادیث کو درخور اعتناء ہی نہیں سمجھتا بلکہ ان کا رد اور انکار کرنے کے درپے ہے۔ دوسری طرف احادیث کے ایسے ماننے والے ہیں جو قرآن سے صرف نظر کر کے ہر قسم کی موضوع اور بے بنیاد روایات کو احادیث کے نام سے دین کی بنیاد قرار دیتے ہیں، پھر اپنے باطل نظریات اور گمراہ کن عقائد کی حمایت میں یہ لوگ ایسی ہی روایتوں کو اپنے استدلال کا محور بناتے ہیں اور قرآن کی محکم اور واضح آیات کو تاویل اور معنوی تحریف کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک تیسرا گروہ ایسے منفرد انداز فکر کے نفس پرست افراد کا بھی ہے جو اول الذکر یعنی صرف اور صرف قرآن کی بات کرنے والوں کی عینک لگا کر احادیث کو دیکھتے ہیں۔ یہ لوگ احادیث کو ماننے کے دعوے تو بڑی شدومد سے کرتے نظر آتے ہیں لیکن فی الحقیقت احادیث انھیں ایک آنکھ نہیں بھاتیں چنانچہ کبھی تو ان کو رد کرنے کے لیے قرآنی آیات کی غلط تاویل کر ڈالتے ہیں اور کہیں اپنے مقصد

کے حصول کے لیے محدثین اور علم حدیث کے اصولوں کا غلط اور بے محل استعمال کرتے ہوئے صحیح اور قوی احادیث کو بھی جھٹلانے سے نہیں چوکتے! اس طرح انھوں نے اپنے آپ کو منکرین حدیث کا آلہ کار بنایا ہوا ہے۔ شو مئی قسمت سے اسی انداز فکر کے حامل لوگوں میں مدافعین احمد بن حنبل شامل ہو گئے جنھوں نے دفاع احمد بن حنبل کے محاذ پر پسپائی کے بعد اب مسئلہ سحر کو اپنی پریشان خیالی کا محور بنایا ہوا ہے۔ بہرکیف' قرآن و حدیث کے دائرہ میں رہتے ہوئے ممکنہ حد تک اس مسئلہ کی وضاحت حبل اللہ شمارہ ۱۴ اور واتقواللہ سوئم میں کردی گئی تھی جو طالب حق کی تشنگی رفع کرنے کے لیے کافی ہونا چاہیے مگر ان کی طرف سے اوپر بیان کردہ طرز عمل جاری ہے نت نئے "علمی اور فنی" شگوفے چھوڑے جا رہے ہیں چنانچہ حال ہی میں تجلی خاں نے "توبوا الی اللہ" میں بڑے طمطراق سے تجلی فرمائی ہے۔ اس میں سحر پر ایک مضمون ہے جس کو موصوف نے "اہم مضمون" قرار دیا ہے (صفحہ ۴)۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ موصوف نے اس کی غرض و غایت "فنی باتوں کی نشاندہی" بیان کی ہے (صفحہ ۱۰۵) ان صاحبان کو عقل و خرد سے جو تعلق اور علم و فن سے جتنی کچھ آگہی ہے اس کا واتقواللہ پڑھنے والوں کو بخوبی اندازہ ہوگا۔ لیکن اس دفعہ تو معلوم ہوتا ہے مضمون نگار کے ہاتھوں فن کی شامت ہی آئی ہے! احادیث صحیحہ کے کھلے انکار کا یہ انداز جو اس کتابچے میں اختیار کیا گیا ہے' یہ پہلی مرتبہ ہی سامنے آیا ہے لیکن ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ اس دفعہ انھوں نے اپنی کاوش کا ماخذ واضح کر دیا ہے یعنی حبیب الرحمٰن کاندھلوی' جس کے منکر حدیث ہونے میں کسی بھی صحیح الفکر صاحب علم کو ذرا بھی شک نہ ہوگا۔ موصوف نے اپنے اس مضمون میں احادیث صحیحہ کو ہدف تنقید بنایا ہے اور بالخصوص بخاری و مسلم کی روایات کو رد کرنے پر پورا زور دیا ہے اور ان کی اس سعی و کاوش کا یہی ماحصل ہے۔ موصوف نے تنقید و تبصرہ کی یہ عمارت حبیب الرحمٰن کاندھلوی کی کتاب "مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت" پر ہی استوار کی ہے اور اس کے اقتباسات کے فوٹو اور تراشوں سے اپنے مضمون کو آراستہ کر کے لوگوں پر رعب ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ موصوف نے خواہ مخواہ ہی اتنی زحمت فرمائی بس اتنا ہی کہکر جان چھڑا لیتے کہ مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت (وغیرہ) کو پڑھ لیا جائے!۔ بہرحال' اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جہاں انھوں نے اس کے ذریعہ

اپنے مقصد کے حصول کی کوشش کی ہے وہاں یہ ثابت کر دکھایا کہ یہ خود اور انکا گروہ اس منکر حدیث اور اللہ کے دین کے دشمن کے کیسے حامی اور موئید ہیں! اس ضمن میں نبی علیہ السلام کا فرمان بھی پیش نظر رہے۔ آپؐ نے فرمایا "المرء مع من احب" (جو جس سے محبت کرے اسی کے ساتھ ہوگا!)۔ صحیحین پر ان دشمنان حق کی "نظر عنایت" کا علمی جائزہ پیش کرنے سے قبل ان کے بغض و کدورت اور جاہلانہ عصبیت کا کچھ نمونہ پیش کرتے چلیں ڈاکٹر عثمانیؒ کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

"امام بخاری کے دفاع میں بہت آگے نکل گئے اور پھر ان کی روایات کی تاویل کرنے لگے اور بخاری کی ہر روایت کو صحیح ثابت کرنے کے لیے بے سروپا تاویلات کرنے پر اتر آئے۔" توبوا الی اللہ ص ۱۰۵)

دیکھئے یہ "ماہر فن" دوسروں کو بے سروپائی کا طعنہ دینے والا خود کس طرح بے سروپا باتیں "فنی باتوں کی نشاندہی" کے نام پر کر رہا ہے۔ موصوف کی حماقت و سفاہت ملاحظہ ہو کہ صحیح بخاری کی بعض روایات کی قرآن کے نصوص کی روشنی میں تاویل کو "بے سروپا تاویلات" قرار دے رہا ہے۔ موصوف کو اگر علم حدیث کے باب میں اصول تاویل اور اسکی اہمیت کا شعور ہوتا تو شاید ایسی حماقت کا مرتکب نہ ہوتا۔ کیسی ستم ظریفی ہے کہ علم و دانش کے فقدان کے علی الرغم اس میدان میں طبع آزمائی کا شوق و جنون تو دامنگیر ہے لیکن مقام حیرت ہے کہ موصوف اپنے شائع کردہ کتابچوں کا مطالعہ بھی نہیں کرپاتے' یا پڑھتے بھی ہیں تو بغیر سمجھے! ہم "ان صاحبان فن" کی عبرت نگاہی کے لیے ان کے اپنے کتابچے دعوۃ الحق شمارہ دوئم کے مضمون "القرآن متن والحدیث توضیح" کی چند عبارتیں پیش کرتے ہیں' ملاحظہ ہو:۔

۱۔ "کاش کہ لوگ سمجھ جائیں کہ اللہ اور اس کے رسول کے کلام میں کوئی مخالفت نہیں اور اللہ کا رسول بذات خود حدیث میں تاویل کرکے قرآن کے مطابق کردیتے ہیں" (دعوۃ الحق دوئم ص ٦)

۲۔ "ہاں اس حدیث کو قرآن کے مطابق لینا چاہیے" (ایضاً" ص ٦)

۳۔ "مقصد اس کا یہ ہے کہ قرآن کی بات سے چھیڑ مت کرو اور صحیح حدیث

میں تاویل کر کے اسے قرآن کے مطابق کرو" (ایضاً ص ۸)

۴۔ "یہ بات اسوقت کہ جب دونوں میں موافقت ممکن نہ ہو تو حدیث میں تاویل کرتے ہیں نہ کہ آیت میں" (ایضاً ص ۸)

۵۔ "اس طرح یہ حدیث قرآن کے ظاہر جو اللہ کے عرش پر ہونے پر دلالت کرتا ہے کہ خلاف ہے اس لیے جامع ترمذی کی روایت میں تاویل کی گئی" (ایضاً ص ۱۰)

۶۔ "دونوں میں تضاد نظر آئے تو کلام اللہ کو اولیت دے کر حدیث کا مطلب اس کے مطابق کی جائے" (ایضاً ص ۱۰)

قارئین غور فرمائیں یہ تمام عبارات ان کے ہی شائع کردہ کتابچے کی ہیں۔ جوش تنقید میں یہ لوگ تمام حدود سے متجاوز ہو جاتے ہیں اور جائز و ناجائز کی حدود و قیود سے بے نیاز ہو کر یہ دیکھنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے کہ اس سے پہلے کیا کہتے، لکھتے اور تعلیم دیتے رہے ہیں!!۔ ایک طرف تو عالمانہ شان کے ساتھ حدیث کی تاویل و تشریح پر زور دیتے ہیں تو دوسرے طرف تنقید و تنقیص کے جوش میں سب و شتم پر آمادہ و کمربستہ ہو کر انتہائی جاہلانہ و سفیہانہ شان بے اعتنائی سے حدیث کی تشریح و توضیح پر "بے سروپا تاویلات" کی پھبتی کس دیتے ہیں! کیا ان کا دین و ایمان اسی پر موقوف ہے کہ مقصد برآری کے لیے جب ضرورت ہو تو سچ کو جھوٹ، جھوٹ کو سچ اور جائز کو ناجائز، ناجائز کو جائز قرار دے لیں؟ ہمارے لٹریچر کا مطالعہ کرنے والوں کو خوب معلوم ہے کہ ڈاکٹر عثمانیؒ نے ہمیشہ قرآن و حدیث سے ہی صحیح موقف پیش کیا ہے۔ حیات فی القبر کے مسئلہ پر صحیح احادیث کی غلط تاویل کرنے والوں کی گرفت کی ہے اور متعلقہ احادیث کا صحیح مفہوم پوری وضاحت سے دلائل کے ساتھ قرآن و احادیث کے نصوص کے مطابق پیش کیا ہے۔

کاندھلوی کی تقلید

ان کے سرکردہ افراد تو منکر حدیث کاندھلوی صاحب سے ذہنی طور سے مرعوب ہو کر ہی ارتداد کا شکار ہوئے تھے لیکن اس بار تو انھوں نے "صحیحین پر تنقیدات" اور "ضعیف

راویوں سے روایت" کے عنوانات کے تحت کاندھلوی کی تحقیق کو حرف آخر سمجھ کر قبول کیا ہے، آئندہ مزید توقع ہے کہ اسی کتاب سے دیگر عنوانات مثلاً ""درایت سے صحیح السند حدیث رد کی جا سکتی ہے" (ص ۲۹) اور "صحیح بخاری زیر تکمیل تھی" کے تحت اپنے ہیرو کاندھلوی صاحب کی تحقیق پر ایمان لا کر کھل کر منکر حدیث ہونے کا اعلان کر ڈالیں گے۔ حالانکہ خود کاندھلوی صاحب نے جتنے لوگوں کے نام لئے ہیں مثلاً "ابن الھمام، ابوالفتاح دمشقی (صحیح عبدالفتاح ہے) ظفر احمد عثمانی، ابن ابی الوفا قرشی وغیرہ سب مسلکی حنفی ہیں اور حنفیوں کا صحیح احادیث بالخصوص بخاری و مسلم سے تعصب کوئی ڈھکا چھپا نہیں، کیونکہ احناف کے مرتب کردہ مسلک کا بیشتر حصہ بخاری و مسلم کی روایات کے خلاف ہے۔ اب رہے دار قطنی تو ان کو فن حدیث میں کچھ حیثیت تو دی جاتی ہے لیکن دیگر اکابرین کے مقابلہ میں ان کے صحیحین پر اعتراض کی وقعت ہی کیا ہے! البتہ ہم یہ امر واضح کرنا چاہیں گے کہ منکرین حدیث کے نقش قدم کی پیروی میں جوش دکھانے والے بالآخر منکر قرآن ہو جاتے ہیں اور ان کی شومئی قسمت دیکھئے کہ آج یہ وہی روش اپنا چکے ہیں، العیاذ باللہ!۔ قرآن نے تو ہر باطل پرست ملحد کی دست درازی کا سدباب کر دیا ہے جیسا کہ رب ذوالجلال کے فرمان سے واضح ہے

لایاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمید ○ (حم السجدہ۔ ۴۲)

ترجمہ : اس میں باطل نہ آگے سے آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے، یہ (کتاب) حکیم و حمید کی طرف سے نازل کی گئی ہے

یعنی کتاب اللہ میں باطل کا دخول خارج از امکان ہے لہذا شیطان کے ایجنٹ علم حدیث کو تختہ مشق بنانے کو نسبتاً" آسان سمجھتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ رب کریم نے احادیث صحیحہ کی حفاظت کا بھی ٹھوس اہتمام فرما دیا ہے۔ اب رہی واقعہ سحر والی روایات تو اس سلسلہ میں یہ امر قابل غور ہے کہ اللہ تعالے نے موسیٰ علیہ السلام اور ساحروں کے واقعہ کو سورہ طہ میں تفصیلاً" بیان کر کے اس حقیقت کی نشاندہی فرما دی کہ نبیؑ بشر ہی ہوتا ہے اس لحاظ سے اس پر بھی سحر کا اثر باذن اللہ ممکن ہے خواہ اسکی مدت کتنی ہی قلیل کیوں نہ ہو۔ البتہ نبیؑ کو فوق البشر ماننے والے جب اللہ کے قرآن کو ہی نہیں مانتے تو احادیث پر ہاتھ صاف کرنا تو ان کے

بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

بخاری و مسلم میں جادو کی مدت

قارئین' سحر اور اس کے نبی علیہ السلام اور عام انسانوں پر محدود اثرات (باذن اللہ) کے بارے میں حبل اللہ شمارہ ۱۴ اور واتقو اللہ (سوئم) میں قرآن و حدیث کے مطابق تفصیلی بحث کر دی گئی ہے۔ جس کے اعادہ کی چنداں ضرورت نہیں' یہاں تو صرف اس جھوٹ اور مکر سے پردہ اٹھانا مقصود ہے جس میں موصوف اپنے پیش رو مولوی بشیر سے بھی بازی لے جانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں :

"جادو سے متعلق بخاری و مسلم کی روایات میں صراحت کے ساتھ یہ ذکر کیا گیا ہے کہ نبیؐ پر جادو کیا گیا سال یا چھ ماہ تک آپ جادو کے زیر اثر رہے"

(توبوا الی اللہ ص ۱۱۵)

لوگوں کو گمراہ کرنے اور احادیث پر ہاتھ صاف کرنے کے لیے مسلمہ اصولوں' جرح و تعدیل' اسماء الرجال اور روایت و درایت کے الفاظ کا بے جا اور بے محل استعمال تو موصوف نے بار بار کیا ہے لیکن ان کی حدیث دانی کا یہ عالم ہے کہ انھیں یہ بھی خبر نہیں کہ بخاری و مسلم میں کیا ہے اور کیا نہیں!۔ اب کوئی انہی کے گروہ کا جامد مقلد ان سے پوچھ لے کہ علامہ صاحب! آپ نے چند فنی اصطلاحات کا استعمال کر کے علم حدیث سے واقفیت کا غلط تاثر دینے کی کوشش کی ہے' لیکن اس گل افشانی نے تو آپ کی حدیث دانی کا پردہ فاش کر دیا!۔ آپ ذرا یہ تو بتا دیں کہ بخاری و مسلم کی کس روایت میں یہ آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سال یا چھ ماہ تک جادو کے زیر اثر رہے؟۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ صحیحین کی تو کسی بھی روایت میں صراحت تو کیا اختصار کے ساتھ مجمل یا مبہم انداز میں بھی ایسی بات بیان نہیں کی گئی جس سے نبی علیہ السلام پر سحر کے اثر کی مدت کا تعین ہو سکے' آپ نے تو بغیر رائی کے پہاڑ بنا ڈالا!۔ بہر نوع' اس سے بخوبی اندازہ ہو گیا کہ یہ کتنے پانی میں ہیں اور ان کی علمیت اور واقفیت حدیث کا معیار کیا ہے!۔ بس اندھوں میں "کانے راجا" بنے ہوئے ہیں' ان کو علمی تحقیق سے تو کوئی واسطہ ہی نہیں۔ موصوف نے اپنے اس "اہم مضمون" میں صحیحین کی ان

روایات کو کس "محدثانہ شان" سے رد فرمانے کی کوشش کی ہے وہ بھی اپنی مثال آپ ہے، ملاحظہ فرمایئے :

"قطع نظر اس کے کہ اس کا راوی ھشام بن عروہ آخری عمر میں سٹھیا گئے تھے یا یہ خبر واحد ہے جس پر اعتقاد کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی یا ان روایتوں میں سخت اضطراب پایا جاتا ہے" (توبوا الی اللہ ص ۱۱۵)

تو یہ ہے موصوف کا مبلغ علم اور ان کے مسلمہ اصول جرح و تعدیل و اسماء الرجال اور فنی نکات جس میں یا یہ ہے، یا یہ ہے کی گردان پر ہی ان کے استدلال کی عمارت استوار ہے اور صرف اسی قدر انکی تحقیق ہے۔ موصوف حبیب الرحمٰن کاندھلوی کی اندھی پیروی کرتے ہوئے ھشام بن عروہ جیسے ثقہ و ثبت راوی کو سٹھیایا (ملاحظہ ہو کاندھلوی کی کتاب عمر عائشہؓ) ہوا قرار دیتے ہیں۔ اس روایت اور راوی کی پوری تحقیق حبل اللہ شمارہ ۱۴ میں صفحہ ۵۴، ۵۵ پر پیش کی گئی ہے، موصوف اس کا مطالعہ کر لیتے تو شاید ایسی احمقانہ بات نہ کہتے۔ ان کی اطلاع کے لیے دوبارہ عرض ہے کہ بخاری کی ان روایات میں ایسا کوئی راوی ہے ہی نہیں جس نے ہشام بن عروہ سے آخری عمر میں سنا ہو البتہ مسلم میں سحر کے واقعے کی جو روایات ہیں ان میں سے ایک روایت میں ھشام سے روایت کرنے والے عبداللہ بن نمیر ہیں جو ان تین راویوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے ھشام سے آخر عمر میں روایات سنی ہیں، لیکن یہ بات بھی محقق ہے کہ مسلم کی اس روایت اور بخاری کی روایتوں میں کوئی قابل ذکر اختلاف نہیں جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آخری عمر میں ہشام کے حافظے میں کوئی خاص تبدیلی یا کمی واقع نہیں ہوئی تھی۔ لہٰذا علم حدیث کے لحاظ سے کاندھلوی کے ان اندھے مقلدین اور منکرین حدیث کے اعتراض کی بے بضاعتی و بے وقعتی بالکل عیاں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سحر کے اثر کی حقیقت

گذشتہ سطور میں یہ بات کہی گئی تھی کہ صحیحین کی روایات میں سحر کے اثر کی مدت کا ذکر نہیں کیا گیا اور اب یہ واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ یہ اثر صرف اور صرف آپؐ کی خانگی زندگی تک محدود تھا اور وہ بھی صرف اتنا کہ بعض اوقات آپؐ یہ خیال کرتے تھے کہ ازواج

مطہرات کے ہاں ہو آئے ہیں لیکن گئے نہیں ہوتے تھے۔ (آپؐ کا یہ معمول تھا کہ عصر کے بعد تمام ازواجؓ مطہرات کے ہاں جا کر حال معلوم کر آتے تھے)۔ اس طرح صحیحین کی روایات سے تو محض وقتی و جزوی محدود تاثیر سحر ہی ثابت ہے اور یہ تو کسی بھی روایت سے ثابت نہیں ہوتا کہ کار نبوت پر اس کا کوئی اثر واقع ہوا ہو۔ لیکن موصوف نے جس طرح ڈرامائی انداز سے رنگ آمیزی کر کے روایت کو کچھ سے کچھ بنا دیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے' ملاحظہ ہو :۔

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا سال یا چھ ماہ تک آپ جادو کے زیر اثر رہے۔ بہت سے کام جو آپ نے نہیں کئے ہوتے تھے آپؐ سمجھتے تھے کہ میں نے کر لئے آپؐ ازواج مطہرات سے نہیں ملے ہوتے مگر سمجھتے تھے کہ مل چکے ہوں۔ ان روایات کی رو سے آپ پر اتنا سخت اثر ہوا کہ آپؐ کو بیویوں کے پاس جانے سے روک دیا گیا" (توبوا الی اللہ ص ۱۱۵)

پہلی بات تو یہ کہ کسی بھی صحیح روایت میں سال یا چھ ماہ کا ذکر نہیں' اور جن کمزور روایات میں یہ ذکر ہے' وہ موصوف کے نزدیک لائق احتجاج ہوں تو ہوں لیکن اصول حدیث کے لحاظ سے وہ قطعاً" ناقابل اعتماد ہیں۔ دوسری بات جو اس اقتباس میں کہی گئی ہے یعنی "بہت سے کام جو آپ نے نہیں کئے ہوتے تھے آپ سمجھتے تھے کہ میں نے کر لئے" جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا یہ محض موصوف کی رنگ آمیزی ہے۔ کسی بھی صحیح روایت سے یہ ثابت نہیں کہ نبی علیہ السلام کو "بہت سے کاموں میں" یہ صورتحال پیش آئی ہو بلکہ عائشہؓ کی روایت میں تو یہ الفاظ ہیں "یخیل الیہ انہ یفعل الشی و ما فعلہ" یعنی انھیں خیال ہوتا کہ انھوں نے کوئی کام کر لیا ہے لیکن کیا نہ ہوتا' پھر ام المومنینؓ ہی کی دوسری روایت نے بات صاف کر دی کہ وہ معاملہ کیا تھا' اس روایت کے الفاظ یہ ہیں "حتی یری انہ یاتی النساء ولا یاتیہن" (یعنی یہاں تک کہ آپؐ کو یہ خیال ہوتا کہ آپ اپنی بیویوں کے پاس ہو آئے ہیں جبکہ آپ ان کے پاس ہو کر آئے نہیں ہوتے تھے) اس پر تفصیلی تبصرہ اوپر کی سطور میں کر دیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ صحیحین کی روایات نے تو اس کو ایک خاص امر

واقعہ تک ہی محدود رکھا ہے لیکن موصوف نے باطل فرقوں کی ہمنوائی میں رنگ آمیزی کر کے ایک خاص بات کو عام بنا کر پیش کر دیا۔ کسی کے ذہن میں یہ سوال بھی اٹھ سکتا ہے کہ آخر ان کو ایسی کیا ضرورت پیش آئی کہ صحیحین کی روایات میں مذکور تفصیل کے برخلاف ایک خاص امر واقعہ کو عام بنا ڈالا! تو معمولی سے غور و فکر سے یہ معمہ حل ہو جاتا ہے۔ دراصل ان کی تو یہ اشد ضرورت ہے کہ مسئلہ کو حتی الوسع بھیانک شکل دے کر پیش کریں تاکہ مقصد انکار حدیث آسان ہوتا چلا جائے' چنانچہ اسی منصوبہ پر عمل کرتے ہوئے روایت کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کا انداز اختیار کیا ہے' فرماتے ہیں کہ

"آپ پر اتنا سخت اثر ہوا کہ آپ کو بیویوں کے پاس جانے سے روک دیا گیا" (صفحہ ۱۱۵)

اس عبارت نے واضح کر دیا کہ موصوف اپنے ذہن سے تیار کردہ خام مال کو کسی ڈھٹائی اور بے شرمی سے رنگ آمیزی کے ساتھ پیش کرتے ہیں کہ پڑھنے والے کو یہ تاثر ہو کہ یہ حدیث کے الفاظ ہیں حالانکہ کسی بھی صحیح روایت میں یہ نہیں آیا کہ "نبی علیہ السلام کو بیویوں کے پاس جانے سے روک دیا!" بلکہ نبی علیہ السلام تو اپنی ازواج کے پاس برابر جاتے رہے۔ غور فرمائیں' یہ انداز تو روایات گھڑنے والے کذاب و دجال لوگوں کا ہے اور فریب کاری اور مغالطہ آفرینی کی انتہا ہے!۔ ازواج مطہرات کے ہاں جانے کے معاملہ میں بھول جانے کا یہ مفہوم تو نہیں ہوتا کہ "آپ جانے سے روک دیئے گئے" یہ تو بے پر کی چھوڑنے کے ہی مترادف ہے۔ دراصل اپنی مطلب برآری کے لیے ان کا طریقہ کار بھی یہود سے ملتا جلتا ہے جن کے بارے میں اللہ تعالے فرماتا ہے" فويل للذين يكتبون الكتاب بايديهم ثم يقولون هذا من عند الله..... یعنی اپنے ہاتھ سے لکھ کر اس کو اللہ کی بات بنا کر پیش کرتے ہیں.....(البقرہ ۷۹)

اسی طرح ڈرامائی انداز میں مغالطہ آفرینی کرتے ہوئے کس حد تک چلے جاتے ہیں' ملاحظہ ہو:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اگر جادو ہو گیا تو پھر رہ کیا گیا؟ اس دور کی احادیث کا کیا بنے گا" (صفحہ۔۱۱۵)

احادیث میں تو یہ وضاحت آگئی کہ آپ کا یہ معاملہ ازواجؓ کے یہاں جانے کی حد تک ہی تھا مگر موصوف نے خاص کو عام اور محدود کو لامحدود بنانے کا کارنامہ انجام دینے کی احمقانہ

کوشش کی ہے۔ احادیث سے جب یہ بات واضح طور سے ثابت ہے کہ اسکے سبب سے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی اور معاملہ میں کسی بھی نوعیت کی بھول سرے سے واقع ہی نہیں ہوئی تو پھر یہ شوشہ چھوڑنا کہ اس دور کی احادیث کا کیا بنے گا، محض حماقت وجہالت ہی نہیں بلکہ پر فریب ڈرامہ بازی ہے۔

موصوف کی نبی علیہ السلام کی شان میں گستاخی

مخالفت حق اور انکار حدیث کے والہانہ جوش میں ان کا بے لگام قلم کس طرح ادب و اخلاق کی حدود کو پھلانگ جاتا ہے اور ہذیان گوئی پر اتر آتا ہے اس کا نمونہ بھی ملاحظہ کر لیجئے، فرماتے ہیں:

"یہ اندھے مقلدین سمجھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سال یا چھ ماہ کے عرصہ تک مخبوط الحواس رہے، پھر بھی ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں" (ص ۱۱۶)

ان کی ہرزہ سرائی قابل غور ہے، کس طرح احادیث میں مذکورہ معمولی بھول کو مخبوط الحواسی کا نام دیا ہے!۔ ان کی افتراء پردازی، کذب بیانی، دشنام طرازی واقعی قابل لعنت ہے! دراصل آتش بغض و عناد اور مخالفانہ عصبیت نے ان کو ایسا اندھا کر دیا ہے اور کینہ پروری و دشمنی نے موصوف کو ایسا خبطی بنا دیا ہے کہ اتنا بھی نہ سوچا کہ مخبوط الحواس کے الفاظ کس کے لیے ادا کر رہے ہیں!۔ ہمارا تو حق الیقین ہے کہ ایسی روش وہی اختیار کر سکتا ہے جو خود بالکل ہی مخبوط الحواس ہو گیا ہو اور اس میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کا قطعی فقدان ہو چکا ہو! اب کوئی ذی شعور ان سے پوچھے کہ کسی معاملہ میں معمولی سی بھول ہو جانا کیا خبط الحواس ہونے کی علامت ہے؟ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (اس واقعہ سے پہلے یا بعد میں) صلوۃ میں امامت کرتے ہوئے تعداد رکعات نہ بھولے؟ کیا موصوف اس کو خبط الحواسی قرار دینگے؟ حیرت ہے کہ تجلی خاں اور ان کے ہمنواؤں کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسے گستاخانہ الفاظ لکھتے ہوئے شرم نہ آئی!۔ سچ تو یہ ہے کہ شرم وحیا تو ایمان کے ساتھ لازم وملزوم ہے، جہاں کذب اور افتراء پردازی ہی کو دین وایمان قرار دے لیا جائے وہاں شرم وحیاء کی توقع فضول ہے۔ موصوف نے اپنی طرف سے نبی علیہ

السلام کے لیے مخبوط الحواس کے الفاظ لکھ کر خود کو لعنت و پھٹکار کا مستحق ٹھہرالیا ہے، تف ہے ان کے اسطرز عمل پر اور لعنت ہو ایسی دینداری پر جو عصمت انبیاء کے نام پر عصمت انبیاء پر ہاتھ ڈالے۔ غور کیجئے ان لوگوں کی روش پر، انکا ایک مولوی اٹھا، اس نے کیسا ظلم کیا کہ فرشتوں ہاروت و ماروت کو شیطان بنا ڈالا، تو دوسرا اٹھا اس نے نبی علیہ السلام کی شان میں گستاخانہ طرز عمل کو کارنامہ سمجھا۔ اللہ کی پناہ ایسے شیطانی فتنہ سے جو ایسے طرز عمل کا محرک ہو!۔

ان کا یہ کتابچہ تو ایسی ستم ظریفیوں سے بھرا ہوا ہے یہاں صرف چند چیزیں بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں۔ ایسی ہی ایک گل افشانی ملاحظہ ہو :

"تنظیم عثمانی والوں نے اکابر پرستی کو اپنا دین و ایمان بنا کر بخاری و مسلم کو قرآن کا درجہ دیا کہ...... (صفحہ ۱۷)

چہ خوب! قرآن کی تحریف اور صحیح احادیث کا انکار کرنے والوں اور اللہ کے فرشتوں کو شیطان قرار دینے والوں کا یہ گروہ ابو جہل (ابو جہل نے غلاف کعبہ پکڑ کے کہا "اے اللہ اگر یہ حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسادے...." بخاری تفسیر سورہ انفال آیت ۳۲) کی طرح اپنے دفاع کے جوش میں اتنا آگے بڑھ گیا کہ ہم پر اکابر پرستی کا فتویٰ جاری کرنے لگ گیا! جل اللہ اور واتقواللہ کے قارئین کو خوب اندازہ ہے کہ ہمارا موقف تو صرف اور صرف قرآن وحدیث و اجماع صحابہؓ ہے اور ہماری کوئی دلیل اس سے ہٹ کر نہیں ملے گی۔ اس کے برعکس منکرین حدیث کے یہ متبعین اپنے انہی اکابرین کے اقوال کو ہم پر چسپاں کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، کیا یہ محض لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی ہی کوشش نہیں ہے؟۔ کوئی ان سے پوچھے کہ جو کچھ کہہ رہے ہو اسکا کوئی ثبوت تمہارے پاس ہے، یا یونہی بے پر کی اڑا کر لوگوں پر رعب ڈالنے کی سعی لا حاصل کو اپنا کارنامہ سمجھتے ہو؟۔ اب یہ بھی امر واقعہ ہے کہ تمام منکرین حدیث کا متفقہ ہدف بخاری و مسلم ہی ہیں جن کو انکے اعلیٰ معیار کی وجہ سے کتب احادیث میں امتیازی مقام حاصل ہے اور یہ انکی راہ میں شدید رکاوٹ ہیں۔

ڈاکٹر عثمانیؒ اور "ما" نافیہ

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ آمادۂ بغاوت نفس میں بھڑکتی ہوئی آتش بغض عناد نے ان کو بالکل ہی حواس باختہ کردیا ہے اور سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت بالکل مفقود ہو چکی ہے اس لیے صحیح اور مخلصانہ نصیحت پر غور فکر کر کے اپنی اصلاح کرلینا ان کے بس میں نہیں رہا۔ دوسروں کا چبایا ہوا نگل لینے کی ایسی عادت پڑ گئی ہے کہ حماقت پر حماقت کو کارنامہ سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اپنے گروہ کے ظالم مولوی کی حماقت و جہالت کا اتباع کرتے ہوئے قرآن کی آیت "و ما انزل علی الملکین ببابل ہاروت و ماروت...." کو توڑ مروڑ کر گمراہ کن تاویل کی کوشش میں "ما" موصولہ کو نافیہ بنانے کے لیے نام نہاد تفسیر موشگافیاں کی ہیں۔ ہم نے حبل اللہ ۱۴ اور واتقواللہ سوئم میں بڑی شرح و بسط کے ساتھ پورے دلائل سے "ما" کو موصولہ ثابت کیا اور انکی گمراکن تاویل کی رکاکت اور بطلان کو پوری طرح واضح کردیا۔ اب جبکہ موصوف اور ان کے ہم نوا ان دلائل کی تاب نہ لاسکے تو اپنی پرانی اور پسندیدہ روش اختیار کرتے ہوئے خلط مبحث شروع کردیا اور لگے کہنے کہ "ڈاکٹر عثمانیؒ نے اپنے ایک خط میں "ما" کو نافیہ کہا ہے" (صفحہ ۱۱۹-۱۲۱) موصوف کی چرب زبان اور ڈھیٹ پن کا عالم یہ ہے کہ خلط مبحث اور ہیر پھیر میں بھی بڑے دھڑلے سے کام لیتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں

> "اب یا تو یعقوب علی صاحب بتادیں گے کہ ڈاکٹر عثمانی صاحب "ما" کو نافیہ لکھ کر دفاعی حربہ تو استعمال نہیں کیا اور صاف اور صریح آیت کو ہیر پھیر کے ذریعہ ایسے معنی کا لباس تو نہیں پہنایا جو سیاق و سباق سے بے ربط ہے؟ کیا ان کا یہ انداز علمی اور دوسروں کا غیر علمی ہے؟" (صفحہ ۱۲۰)

اس آیت کی تشریح اور اس سلسلہ میں مفصل بحث واتقواللہ حصہ سوئم میں ملاحظہ ہو۔ وہاں ہم نے یہ واضح کردیا تھا کہ مولوی موصوف نے آیت کا جو مطلب بیان کیا ہے وہ آیت کے ربط اور سیاق و سباق سے مطابقت نہیں رکھتا بلکہ اس سے تو آیت کا انکار لازم آتا ہے۔ ڈاکٹر عثمانیؒ سے خط میں اس جگہ بھول ہو گئی ہے کیونکہ انھوں نے "ما" کو نافیہ تو لکھدیا۔ لیکن

آگے چل کر تشریح قرآن کے عین مطابق کی ہے جو بالکل صحیح اور حق ہے' سحر کے اثر کو تسلیم کیا ہے کہ "یہ تخیل میں انتشار کا نام ہے اس میں ذہنی اور نظری تبدیلیاں پیدا کر کے غیر حقیقت کو حقیقت بنا کر پیش کیا جاتا ہے"۔ ہاروت و ماروت کو فرشتے ہی مانا ہے اور کہا ہے کہ "اللہ تعالے نے ان کو اصحاب سبت کی طرح آزمائش کیلئے بھیجا تھا۔ وہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرتے لیکن ان کو بتا دیتے کہ جادو سیکھنا چاہو تو ہم حاضر ہیں لیکن ہے یہ کفر..." (ملاحظہ ہو خط ڈاکٹر عثمانی۔ توبوا الی اللہ ص ۱۴۰) ظاہر ہے کہ "ما" کو نافیہ کہنے کے باوجود آیت کی تشریح بالکل صحیح کی ہے۔ قرآن کی عبارات کے ساتھ اس کا پورا ربط اور سیاق و سباق سے ہم آہنگی ہے اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یہ تشریح "ما" نافیہ" کے مطابق نہیں بلکہ "ما موصولہ" کے ہی عین مطابق ہے' کیونکہ اگر جادو ان فرشتوں پر نازل ہی نہ کیا گیا ہوتا تو پھر وہ کیوں اور کس طرح یہ کہتے کہ "جادو سیکھنا چاہو تو ہم حاضر ہیں مگر ہے یہ کفر" متعدد بار ڈاکٹر صاحب سے اس کے متعلق سوال کیا گیا' اور انھوں نے ہر جگہ "ما" موصولہ کے مطابق ہی تشریح فرمائی اور ہاروت و ماروت کو فرشتے کہا۔ اس پر انکے کیسٹ بھی ہمارے پاس موجود ہیں۔ دراصل یہ خط ہی ڈاکٹر صاحب کے موقف و نظریے کی وضاحت کیلئے کافی ہے۔

لیکن ان لوگوں کی "دیانت داری اور اخلاص" کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ ڈاکٹر عثمانیؒ کی تحریر اور تقاریر سے دانستہ صرف نظر کر کے انھوں نے کس طرح عبدالرزاق ملیح آبادی کے موقف و نظریئے کو جو مسلمان مشرک میں مذکور ہے ڈاکٹر عثمانیؒ سے منسوب کیا ہے! کسی کے قول کو کسی اور کے کھاتے میں ڈالنے کی بلاشبہ یہ بد ترین مثال ہے۔

تحریف قرآن

اب آیئے ذرا موصوف کے ممدوح مولوی بشیر کے تازہ کارنامہ پر ایک نظر ڈال لیں۔ اس سے قبل اس شخص نے اپنے کتابچوں میں آیت کے معنی بیان کرتے ہوئے ہیر پھیر کیا تھا یعنی معنوی تحریف کی تھی جسکی واتقواللہ سوئم میں نشاندہی کر دی گئی تھی۔ لیکن اب تو اس ملحد وہٹ دھرم مولوی نے آیت قرآنی کے ساتھ وہ ظلم ڈھایا ہے جس پر بڑے بڑے ملاحدہ اور کٹر منکرین حدیث و قرآن انگشت بدنداں ہونگے' کیونکہ قرآن کی نہ صرف معنوی بلکہ

لفظی تحریف میں اس نے ان سب کو پیچھے چھوڑ دیا ہے!۔ یہ عاقبت نااندیش مولوی لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی احمقانہ کوشش میں کس رسوائی سے قعر ذلت میں گرا ہے اس کا بین ثبوت ان کا کتابچہ "تنزیل القرآن فی رد سحر الشیطین" ہے جس میں سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۰۲ کی تشریح کرتے ہوئے اس شیطان نے الحاد وانکار کے نشتر سے ایسی پیوند کاری کی ہے کہ کلام اللہ کی آیت کا حلیہ ہی بگاڑ کر رکھدیا ہے' العیاذ باللہ!۔ دراصل سورہ البقرہ کی یہ آیت ۱۰۲ ان کے باطل اور گمراہ کن نظریے کی راہ میں صریح رکاوٹ ہے چنانچہ مولوی صاحب نے آیت کے الفاظ اور انکی ترتیب کا آپریشن کرکے ایسی سرجری فرمائی ہے کہ آیت انکے باطل نظریے کے عین مطابق ڈھل جائے ۔

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

صاف ظاہر ہے کہ قرآنی آیت کو نئی ترتیب سے پیش کرکے انھوں نے اپنے تئیں قرآن کی اصلاح کا فریضہ سرانجام دیدیا ہے اور اس طرح بزعم خویش رب ذوالجلال والاکرام کی نازل کردہ آیت کو "قابل اصلاح" ثابت کر دکھایا ہے' معاذ اللہ' ثم معاذ اللہ!! قرآن کی اصل آیت اور مولوی بشیر کی تیار کردہ آیت تقابلی جائزے کے لیے پیش کی جاتی ہے' ملاحظہ ہو :

قرآن کی آیت (سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۰۲)

....واتبعوا ماتتلو الشیاطین علی ملک سلیمن و ما
کفر سلیمن و لکن الشیاطین کفر و ایعلمون الناس
السحر و ما انزل علی الملکین ببابل باروت و ماروت و
ما یعلمان من احد حتی یقولا انما نحن فتنه فلا تکفر
فیتعلمون منهما ما یفرقون به بین المرء وزوجه و ما هم
بضارین به من احد الا باذن اللہ...الخ (البقرہ : ۱۰۲)

ترجمہ : اور لگے پیروی کرنے اسکی جو شیاطین سلطنت سلیمان کا نام لیکر پڑھا کرتے تھے حالانکہ سلیمانؑ نے تو کبھی کفر نہیں کیا بلکہ کفر کے مرتکب تو

شیاطین ہوئے جو لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔ اور (اس کے بھی پیچھے لگے) جو شہر بابل میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر نازل کیا گیا تھا۔ وہ دونوں (فرشتے) کسی کو بھی یہ علم نہ سکھاتے تھے جب تک کہ اس سے یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو محض آزمائش کے لیے بھیجے گئے ہیں لہٰذا تو کفر نہ کر' (پھر بھی) وہ (یہودی) ان دونوں (فرشتوں) سے وہ علم سیکھتے تھے جس سے شوہر اور اسکی بیوی میں جدائی ڈالدیں۔ اور وہ اسکے ذریعے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے سوائے اللہ کے اذن سے.... الخ)

مولوی بشیر کی تحریف کردہ آیت و ترجمہ

عربی عبارت یوں ہوگی اور معنی یہ ہوگا وما کفر سلیمٰن وما انزل علی الملکین۔ ولکن الشیٰطین کفروا۔ یعلمون الناس السحر ببابل ہاروت و ماروت= نہ سلیمان نے کفر کیا اور نہ دو فرشتوں پر سحر (جادو) اتارا گیا بلکہ یہ کافرانہ کام شیاطین یعنی بابل شہر میں ہاروت و ماروت نامی دو جادوگر شخص کرتے تھے وہ لوگوں کو جادو کی تعلیم دیتے تھے"۔ (تنزیل القرآن فی رد سحرا لشیطین ص ۸)

مولوی بشیر [illegible] کتابچے کا فوٹو ملاحظہ ہو

تنزیلُ القرآنِ
فی ردِّ
سحرِ الشیٰطین

تفسیر آیت : ۱۰۲ - سورۃ البقرۃ

قوانین و اصولوں میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ "بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ" لفظ "بِبَابِلَ" جار مجرور ہے اس کا تعلق "وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ" کے لفظ "اُنْزِلَ" سے بھی ہو سکتا ہے معنی یہ ہو گا بابل شہر میں ہاروت ماروت فرشتوں پر کوئی چیز (جادو) نازل نہیں کی گئی یا پھر لفظ "بِبَابِلَ" کا تعلق "يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ" کے لفظ "يُعَلِّمُوْنَ" سے ہے عربی عبارت یوں ہو گی اور معنی یہ ہو گا۔ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ۔ وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ۔ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا۔ يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ = سلیمانؑ نے کفر کیا نہ اللہ نے دو فرشتوں پر سحر (جادو) اتارا گیا بلکہ یہ کافرانہ کام شیاطین یعنی بابل شہر میں ہاروت ماروت نامی دو جادوگر شخص کرتے تھے وہ لوگوں کو جادو کی تعلیم دیتے تھے۔ تفسیر معالم قرآن۔ یاد رہے کہ ہاروت ماروت کو بعض مفسرین نے فرشتوں کے نام بتائے ہیں اور بعض نے یہ نام جادوگر دو آدمیوں کے بتائے ہیں اور اسی کو اس تشریح میں لیا گیا ہے (ابن کثیر)

(نوٹ تنزیل القرآن فی رد سحر الشیطان، صفحہ نمبر ۸ از مولوی بشیر احمد)

قارئین ملاحظہ فرمائیں! اس شقی القلب انسان نے محض احادیث صحیحہ کا انکار کرنے کے لیے قرآن مجید فرقان حمید پر کیسا ظلم ڈھایا ہے!۔ حکیم و دانا رب نے اپنی حکمت بھری کتاب میں ایک اصول و کلیہ واضح کرنے کے لیے آیت میں الفاظ کی ایک خاص ترتیب رکھی ہے جس میں کسی کو بھی قیامت تک کسی قسم کی تبدیلی کرنے کا کوئی حق نہیں۔ لیکن اس شیطان نے اللہ کی بات کا انکار کرنے کے لیے الفاظ کی ترتیب ہی کو بدل ڈالا اس طرح اس نے نہ صرف کتاب اللہ بلکہ خود رب ذوالجلال کی حکمت بالغہ کا صریح مذاق اڑانے کی کوشش کی ہے۔ معاذ اللہ۔ ہمارا تو حق الیقین ہے کہ کتاب اللہ کا ایک ایک لفظ حکمت و دانش کا خزینہ ہے اور اسکی ترتیب اٹل ہے' اس میں سر مو فرق کی بھی گنجائش نہیں۔ اور جو اس پر یقین نہ رکھے۔ وہ ایمان سے قطعاً عاری اور عقل سلیم سے یکسر محروم ہے۔ اللہ تعالے شیطان کے شر سے محفوظ رکھے' آمین۔ دراصل یہی انداز ان علمائے یہود کا بھی تھا جو آخرت سے بے پرواہ ہو کر دنیا کی اغراض میں الجھے ہوئے تھے اور اپنی خواہشات و مقاصد اور باطل نظریات کی تائید حاصل کرنے کے لیے نہایت بے باکی اور چابکدستی سے کتاب اللہ کی

تحریف کر لیا کرتے تھے' کبھی تو الفاظ کی ترتیب بدلتے تھے اور کبھی اپنی طرف سے الفاظ بھی اس میں شامل کر لیا کرتے تھے۔ رب ذوالجلال نے اس روش پر ان کی سخت پکڑ فرمائی ہے' فرمایا :

من الذین ھادوایحر فون الکلم عن مواضعہ..... (النساء۔ ۴۶)

(ان یہودیوں میں ایسے (ظالم لوگ) بھی ہیں جو کلمات کو ان کی جگہ سے بدل دیتے ہیں...)

آج یہی انداز اس دشمن حق نے بھی اختیار کیا ہے۔ اس سے پہلے کتابچوں میں ہاروت و ماروت فرشتوں کو شیطان بنا کر "بابل میں شیاطین کے دو بڑے سردار تھے" کے الفاظ کا آیت قرآنی میں اضافہ کیا (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو واتقواللہ سوئم ۴۶) اور اب اس زیر نظر کتابچے میں آیت کی ترتیب بدل ڈالی!

قارئین ! ان کے کتابچوں نے تو ان کی دینداری کے چہرہ کو بالکل ہی بے نقاب کر دکھایا ہے اور ان کے کردار خوب کھل کر سامنے آگئے ہیں کس طرح ہر رطب ویابس کو ملمع سازی کے ذریعہ یہ اپنا دفاعی ہتھیار بنا لیتے ہیں اب اس کا بھی ایک نمونہ ملاحظہ فرمالیجئے۔ ہاروت و ماروت کے سلسلہ میں ایک اور فروگذاشت سے جس طرح انھوں نے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے اسکا ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہو گا۔ دراصل انکار حدیث اور تحریف قرآن کی روش کو اپنا کر یہ ایسی دلدل میں پھنس گئے ہیں جس سے نکلنا تو ان کے بس میں ہے نہیں' چنانچہ اوچھے دفاعی ہتھیار استعمال کر کے اپنے آپ کو مزید رسوا کرتے چلے جا رہے ہیں۔ پچھلے کتابچے میں ہاروت ماروت کو شیاطین قرار دیکر مغضوبین وضالین کی فہرست میں اپنا نام لکھوا بیٹھے (العیاذ باللہ!) اب لگے ہیں اپنی صفائی کی کوشش میں لیکن انداز وہی باغیانہ ہے!۔ یہود ونصاریٰ نے اپنی اصلاح کے بجائے انبیاء وصالحین کو بھی اپنے ساتھ شامل کرنے کی کوشش کی' تو کچھ انہی سے ملتا جلتا رویہ اب یہ اختیار کر رہے ہیں' توجہ دلانے پر توبہ و اصلاح کے بجائے ملحدانہ روش پر مصر ہیں اور قرآن کو مان لینے کے بجائے خلط مبحث کا انداز

اختیار کر کے مسئلہ کو الجھانے کی کوشش کر رہے ہیں چنانچہ ڈاکٹر صاحب ؒ کو اپنے موقف کیطرف گھسیٹ لانے کی کیسی احمقانہ کوشش کی ہے، ملاحظہ ہو :

"ڈاکٹر عثمانی صاحب نے ہاروت و ماروت کو علماء سو کے صف میں کھڑا کر کے ان کو روس الشیاطین قرار دیا ہے" (توبوا الی اللہ صفحہ ۱۳۱)

غور کیجئے کہ اس ظالم نے مکر و فریب کا کیا انداز اپنایا ہے، نفس لوامہ (ضمیر) کا گلا ہی گھونٹ ڈالا ہے!۔ کیا واقعی ان کو ڈاکٹر عثمانیؒ کے موقف و نظریئے کا علم نہیں، انھوں نے تو ڈاکٹر صاحب کے خط کا عکس بھی اپنے کتابچے میں شائع کیا ہے جس میں ڈاکٹر صاحب نے صاف لکھا ہے کہ "ہاروت و ماروت کو اللہ نے بنی اسرائیل کی آزمائش کے لئے بھیجا تھا اور وہ ان سے برابر یہ کہتے رہے کہ جادو سیکھنا چاہو تو ہم حاضر ہیں مگر ہے یہ کفر"۔ اس بات نے تو ساری وضاحت کر دی کہ ڈاکٹر صاحب ہاروت و ماروت کو فرشتے سمجھتے تھے نہ کہ شیطان!۔ جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا کہ ڈاکٹر عثمانیؒ کے موقف کی وضاحت کے لئے ان کی یہ تحریر ہی کافی ہی، اور اس کے علاوہ ان کی متعدد تقاریر و سوال و جواب کے کیسٹ موجود ہیں جن میں اس امر کی پوری وضاحت موجود ہے۔ ان لوگوں نے بددیانتی اور ڈھٹائی میں تمام فرقہ پرستوں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے اور ڈاکٹر صاحب کی اپنی تحریر اور تقریر کے بجائے عبدالرزاق ملیح آبادی کی تحریر کو ان کے کھاتے ہیں ڈال کر یہ داد تحقیق وصول کر رہے ہیں!۔ کسی نے ٹھیک ہی کہا ہے۔

اذالم تستحی فاصنع ماشئت۔

(یا) بے حیا باش ہرچہ خواہی کن!!

(جب تجھ میں حیا نہ رہے تو جو جی چاہے کر!)

رب ذوالجلال کی یہ حکمت بھی قابل غور ہے کہ گمراہی کا ذوق رکھنے والوں کو مہلت پر مہلت دیتا ہے، موقعہ پر موقع عنایت فرماتا ہے اور گمراہی کی راہ کشادہ فرماتا ہے چنانچہ اس ذوق کے حامل گمراہی میں آگے بڑھتے رہتے ہیں، اللہ کی دی ہوئی صلاحیت کو بروئے کار لا کر اپنی اصلاح کرنے اور آخرت سنوارنے کے بجائے دوسروں کو بھی بھٹکاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اپنے مشن میں کامیاب ہیں، حتیٰ کہ اپنی رسوائی کو بھی کامیابی قرار دینے لگتے ہیں پھر انجام

کار واپس پلٹنے کی راہ مسدود ہو جاتی ہے۔ کتاب اللہ میں اس امر کی کیسی منظر کشی فرمائی گئی ہے، ملاحظہ ہو :

ولا یحسبن الذین کفروا انما نملی لهم خیر لانفسهم، انما نملی لهم لیزدادوا اثما ولهم عذاب مهین

ترجمہ : اور یہ کافر لوگ یہ گمان نہ کریں کہ ہم ان کو جو مہلت دیئے جا رہے ہیں تو یہ ان کے حق میں اچھا ہے (نہیں بلکہ) ہم انھیں مہلت اس لئے دے رہے ہیں کہ وہ گناہوں میں اضافہ کریں اور انجام کار ان کو رسوا کن عذاب دیا جائیگا۔

حیف صد حیف کہ یہ مرتدین، قرآن و حدیث کے منکرین اللہ کی پکڑ سے قطعاً بے نیاز ہیں، جس کا ان کے یہ کتابچے واضح اور بین ثبوت ہیں۔ اب یہ چیز بھی قابل غور ہے کہ جو راہ حق سے ایسا الرجک ہو اللہ اسے کیسے ہدایت سے نوازے!۔

کیف یهدی اللّٰه قوما کفروا بعد ایمانهم....

ترجمہ : اللہ ان لوگوں کو کیسے ہدایت عطا فرمائے جو ایمان لانے بعد کافر ہو جائیں....